آئینہ مضامین

جس کو
منشی ناتھو رام سب انجینٹ فورڈ میگڈانل صاحب بہادر ہیڈ اینٹ آگرہ
نے لائق دوست منشی امراؤ سنگھ صاحب مدرس دوم مڈل اسکول
...وہ گڑہ ضلع ایٹہ کی سعی بلیغ سے واسطے فوائد طلباء نارمل اسکول و مڈل
اسکول کے تیار کرکے

حق تالیف

پی۔ سی۔ دواوش شرینی اینڈ کو علی گڑہ کو دیدیا ہے اور
محمد عبد السلام پرنٹر کے اہتمام سے

مطبع فیض عام علی گڑہ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۱۰ء

ماسٹر ہیرا لال پبلشر نے علی گڑہ سے شائع کیا

فہرست مضامین

آئینہ مضامین

خدا کی تعریف

برخوردار نورچشم راحت جان طول عمرہٗ۔ پس از دعا ے عمر و درجات کے معلوم
ہو کہ محبت نامہ تمھارا آیا۔ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ہوا۔ تم نے جو لکھا تھا کہ
خدا کس کو کہتے ہیں۔ عزیز میرے خدا یہ لفظ مرکب ہے (خود + ا) خود (آپ) آ
(آنے والا) خود آنے والا۔ یعنی جو بذات خود قائم ہوا اور اُس کو کسی نے پیدا
نہ کیا ہو۔ خدا نے زمین اور آسمان پیدا کیے ہیں۔ آسمان پر روشن سورج اُجلا چاند
اور جگمگاتے تارے بنائے تا کہ سورج کی گرمی اور روشنی سے اور چاند تاروں کی
ٹھنڈی روشنی سے سب کو فائدہ پہنچے۔ زمین پر ہوا۔ ہوا پر بادل۔ بادلوں میں بجلی
اور بجلی میں کڑک چمک پیدا کی تا کہ اونچی نیچی زمین پر پانی پہنچے اور سب کو فائدہ
ملے۔ اور گہرے سمندر اُبلتے چشمے بہتے دریا بنائے جس سے کہ بآسانی یا بافراط پانی
بہم پہنچ سکے اور ہر طرح کا فائدہ ہو۔ پھر خداوند تعالیٰ نے موالید ثلاثہ۔ نباتات۔
جمادات۔ حیوانات۔ سے زمین کو رونق بخشی۔ نباتات۔ طرح طرح کی گھاسیں قسم قسم

کے درخت۔ نوع بنوع کے کھٹے میٹھے رسیلے خوش ذائقہ میوے۔ رنگ برنگ کے
پھول خوشبودار پیدا کیے ہیں۔ جمادات۔ طرح طرح کی دھاتیں۔ سونا۔ چاندی
پیتل۔ لوہا وغیرہ اور قسم قسم کے جواہرات۔ ہیرا۔ پنّا۔ پکھراج وغیرہ اور نیز کنکر
پتھر وغیرہ پیدا کیے۔ حیوانات۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ حیوان ناطق۔ حیوان
مطلق۔ حیوان ناطق۔ جو آپس میں گفتگو کرتے ہیں جیسے انسان۔ حیوان مطلق۔
جس میں ہر قسم کے جانور چرندے۔ پرندے۔ درندے داخل ہیں پیدا کیئے۔ خدا
نے ہم کو دو آنکھیں دی ہیں جن سے چیزوں کی رنگت اور شکل نظر آتی ہے اور اُس کی
قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ناک۔ اس سے خوشبو۔ بدبو۔ محسوس ہوتی ہے۔ بدبو
سے بچتے ہیں۔ خوشبو سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ زبان۔ اس سے چیزوں کو چکھتے
ہیں۔ کڑوی۔ میٹھی۔ کھٹی۔ پھیکی۔ خوش مزہ اور بدمزہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ کان
اس سے ہر طرح کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ اور جس چیز کی آواز سُنائی دیتی ہے اُسکو
جان لیتے ہیں کہ فلاں شخص یا فلاں چیز کی آواز ہے۔ ہات۔ جن سے ہم اپنا ہر طرح
کا کام کرتے چیزوں کو چھوتے ہیں۔ چھونے سے چیزوں کی سردی۔ گرمی۔ سختی۔ نرمی
صفائی۔ کھردرا پن معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں خدا نے ہم کو عطا کی ہیں۔ جو بڑا مہربان
ہے۔ غیر مجسم ہے۔ اور سب کو دیکھتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اُس نے اپنی قدرت
سے کیا کیا نادر چیزیں بنائی ہیں۔ اُس کی خلاقی۔ رزاقی۔ حیرت خیز ہے۔ وہ سب کو علی قدر
الحال یعنی ضرورت کے موافق روزی دیتا ہے۔ وہ رازق ہے ہم مرزوق ہیں۔ وہ لا
شریک اور لاثانی ہے اور سب کو زوال ہے وہ لازوال ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور
ہمیشہ رہیگا۔ وہ نیک و بد کام کی جزا و سزا دینے والا ہے اُس نے ہم کو عقل دے کر

اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی بندگی کا خاص ذریعہ ٹھہرایا۔ پس اے عزیز تم
اُس کو حاضر و ناظر سمجھ کر اُس کی بندگی کیا کرو فقط زیادہ دعا۔

(۲) بادشاہ کی تعریف

میری آنکھوں کے نور جگر کے ٹکڑے بعد دعا، آنکہ خط تمھارا عین انتظار میں
آیا دل کو خوشی ہوئی۔ تمھارے خیالات ہمیشہ نیک ہیں۔ تم نے لکھا ہے کہ بادشاہ
کس کو کہتے ہیں۔ عزیز میرے بادشاہ دراصل پادشاہ لفظ ہے اور یہ مرکب ہے
(پاد + شاہ) پاد (تخت) شاہ (مالک) یعنی تخت کا مالک۔ وہ شخص جس کو چند
شخص بغرض انتظام مناسب ملک کے عام گروہوں پر مقرر کریں۔ ایسا شخص سایہ
خدا کہلاتا ہے۔ جو تعلق خدا کو اپنی مخلوق کے ساتھ ہے وہی بادشاہ کو رعایا کے ساتھ
ہے۔ جو رحم خدا کو مخلوق پر ہے وہی ہمدردی بادشاہ کو رعایا پر ہے۔ اور جیسے قانون
قدرت کی پابندی پر تندرستی قائم رہتی ہے ویسے ہی بادشاہ کے قانون کی پیروی
پر عیش و آرام حاصل ہوتا ہے۔ بادشاہ مثل آفتاب کے ہے جیسے آفتاب سے تاریکی اور
بلائیں دور ہوتی ہیں اور سب کو فائدہ اور آرام پہنچتا ہے ویسے ہی بادشاہ سے ملک
کی تمام خرابیاں دور ہوتی ہیں اور امن امان قائم رہتا ہے۔ رعایا ترقی پاتی ہے۔ جیسے
خدائے پاک کا کوئی خاص مذہب نہیں ہے۔ عام مذہب اُس کا خاص مذہب ہے ایسے
ہی بادشاہ کا عام مذہب اُس کا خاص مذہب ہوتا ہے۔ اُس کو کسی مذہب سے تعصب
نہیں ہوتا۔ اگر بادشاہ نہ ہو تو قزاقی اور رہزنی کی وجہ سے کسی شخص کو یہ اُمید نہیں ہو سکتی
کہ وہ بغیر اپنی قوت بازو کے قتل و غارت سے محفوظ رہ سکے اور مال و جان کو بلا کسی

مددگار کے بچا سکے۔ اور غارت گری کا بازار ہمیشہ گرم رہے۔ باشندے جوانی میں مارے
جاویں خون کے دریا بہیں اسی طرح کے جھگڑے بکھیڑوں سے ایک دن دنیا بالکل ناپید
ہوجاوے۔ بادشاہ اپنی رعایا کی سرسبزی کو ہمیشہ مدنظر رکھتا ہی۔ اور رعایا کے
بڑھنے سے بادشاہ کو بدرجہا خوشی ہوتی ہی۔ بذریعہ مردم شماری رعایا کی کمی
بیشی کا حال معلوم ہوتا رہتا ہی۔ اور اُس کے آرام کے واسطے پل۔ مدرسے
شفاخانے وغیرہ تعمیر کرائے جاتے ہیں۔ اور اُس کے عہد میں کوئی کسی پر ظلم نہیں
کرسکتا۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ بادشاہ کا دم غنیمت ہی اُس کے
حکم کی پابندی کرنا عین طاعت حق ہی۔ پس اے عزیز بادشاہ کا ہمیشہ دعاگو رہنا
چاہیئے۔ زیادہ دعا۔

(۳) اُستاد

فرزند ارجمند طال اللہ عمرہٗ۔ بعد دعاے ترقی عمر و درجات کے معلوم ہو کہ
خط تمہارا مسرت نمط پہنچا۔ پڑھ کر تمہاری سعادتمندی سے بہت خوش ہوا تمنے
جو لکھا ہی کہ اُستاد کس کو کہتے ہیں۔ لیکن عام طور پر اُستاد کے معنی مخصوص تعلیم دینے
والے کے ہیں یعنی وہ شخص جو نادانوں کو دانا اور جاہلوں کو عالم بناتا ہی۔ یہ بہت
بڑا شریف اور معزز عہدہ ہی اور ہر ایک مذہب میں قابل تعظیم مانا گیا ہی۔ اُس کی
تعلیم سے لوگوں کی عقلوں میں بہت ترقی ہوتی ہی اور اُن میں انسانیت آتی ہی
غرض اُستادی کا مرتبہ بڑی مشکل اور سخت محنتوں سے حاصل ہوتا ہی اور یہ کام بھی
بڑی ذمہ داری کا ہی۔ اس نازک خدمت کی بجاآوری میں دل و جان سے کوشش
کرنی پڑتی ہی۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو پورا ہوش نہیں رکھتے اُن کے سپرد کر دیئے

جاتے ہیں۔ یہ اُن کو اچھے راستے پر ڈالتے ہیں۔ اور اُن کی عادتوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اور جو باتیں والدین سے سیکھی ہیں اُن کی درستی کرتے ہیں بُری عادتیں چھوڑاتے ہیں۔ نیک عادتیں پیدا کرتے ہیں۔ دین و دنیا میں نیک بنا کر جو ابدہی سے بری ہوتے ہیں۔ خداوند کریم نے تین قوتیں عطا کی ہیں۔ دماغی یعنی عقلی جسمانی یعنی بدنی۔ اخلاقی یعنی خلقی۔ پس اُستاد ہی ان تینوں کو آراستہ پیراستہ کرتا ہے جس سے وہ زندگی بھر عیش و آرام اُٹھاتے ہیں اور قابل عزت ہوتے ہیں اور ایک ہی ایک حرف بتلا کر اتنا ذخیرہ تعلیم کا اُن کے حافظہ جمع کرتا جاتا ہے کہ اُن کو عالم و فاضل بنا دیتا ہے اور جیسے خیالات و اوضاع و اطوار اُستادوں میں ہوتے ہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ طلبا کو اُستاد کی صداقت کا کامل یقین ہوتا ہے۔ ہر بات پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تقلید و پیروی اُن کی عادت بنجاتی ہے۔ استاد مذہب کا پیشوا اور دھرم کا رہنما بنکر اور اُن کو راہ راست پر لگا کر ابد تک اپنا نام نیک صفحہ روزگار پر چاند اور سورج کی طرح چمکتا ہوا چھوڑ جاتا ہے۔ شاگرد استاد کا ایسا ہی یادگار رہتا ہے جیسا بیٹا باپ کا۔ اُستاد کی ہمیشہ یہی دعا رہتی ہے کہ میرے شاگرد جس علم کو سیکھتے ہیں اُس میں کامل ہوں۔ بڑا درجہ پاویں اور ہمیشہ صحیح و سالم رہیں اُستاد کا مرتبہ باپ سے بڑھ کر سمجھا گیا ہے۔ اور اُس کی عزت باپ سے بڑھ کر مانی گئی ہے۔ کیونکہ باپ ظاہری نگرانی اور جسمانی پرورش کیا کرتا ہے۔ مگر اُستاد کا کام باطن کی نگرانی اور روحانی پرورش بھی ہے۔ اُستاد کی فرمانبرداری کرنا حقیقت میں خدا کی مہربانی کے آگے سر جھکانا ہے۔ جو خدمت گزاری سے پہلو تہی کرے اُس سے دنیا میں کوئی زیادہ بدبخت نہیں ہے۔ پس اے عزیزو میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اپنی سعادت شعاری سے

استاد کو ہمیشہ خوش رکھو گے۔ فقط دعا۔

(۴) حقوق والدین

عزیز القدر عزیزا زجان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد دعوات ترقی حیات کے واضح ہو میں نے سنا ہے کہ تم اپنے والدین کی اطاعت نہیں کرتے ہو۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ سوائے حقوق باری تعالیٰ اور کسی کا استحقاق اس درجہ کا نہیں ہے۔ ماں باپ بچوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں کہ اپنی راحت پر اُن کی آسائش کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور جب تک بچہ جوان نہیں ہوتا اُس وقت تک اس کی پرورش اور تعلیم علم و ہنر کے لیے سامان جمع کرتے ہیں اور بعد وفات اُن کے واسطے ذخیرہ چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اپنا قائم مقام بنا جاتے ہیں۔ ماں نو مہینے سختی حمل اور تکلیف پیدائش برداشت کرتی ہے۔ اور بڑے بڑے دُکھ سُکھ سہتی ہے۔ اپنے دل و جگر کا خون پلا کر پالتی ہے۔ ایام شیر خوارگی میں طاقت گفتار اور نہ قوت رفتار ہوتی ہے۔ اُس وقت میں والدین ہی غمخواری کرتے اور جان و دل نثار کرتے ہیں۔ جب بچہ بیمار ہوتا ہے تو اُن کو بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم سے دعا صحت کی مانگتے ہیں۔ اور حکیم ڈاکٹروں اور سیانوں دوا والوں کو دکھاتے ہیں۔ دوا دارو اور جادو ٹونا اور منتر جنتر کراتے ہیں جب راحت ملتی ہے تو اُن کو بھی راحت ملتی ہے۔ غرض کہ بچہ کی راحت میں اُن کو راحت اور بچہ کی تکلیف میں اُن کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ باپ بڑی محنت سے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اُس پر نثار کرتا ہے۔ اور ہر طرح سے اُس کو اپنے آپ سے افضل بنانا چاہتا ہے۔ مال و دولت کا ذخیرہ کرتا ہے تاکہ بعد وفات اولاد

کے کام آوے۔ اور بعد مرنے کے دنیا میں یادگار چھوڑ جاتا ہے۔ وہی باپ کی موئی مٹی کی لتّا ئی کہلاتا ہے۔ باپ نہیں ہوتا اور وہ دنیا کو باپ کی یاد دلاتا ہے غرض والدین کی برابری دنیا کی نعمت نہیں کرسکتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس سے اُس کے ماں باپ راضی ہوں اُس سے میں راضی ہوں۔ ماں باپ سے احسان کرنا خدا کی عبادت کے برابر ہے۔ اور حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ بہشت میں جو سب سے اعلیٰ اور افضل مقام ہے وہ ماں باپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ بیت

جنت کہ رضاے مادر انست　　　زیرکف پاے مادراں ست

یعنی ماں باپ کی تابعداری کرنے سے بہشت میں اعلیٰ سے اعلیٰ جگہ ملے گی۔ اور ماں باپ کی عزت کرنے سے عمر میں درازی ہوتی ہے۔ پس سعادتمند وہی فرزند ہیں جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں اور ہر وقت اُن کی رضاجوئی اور تواضع تکریم میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور دست وزبان سے جسم وجان سے دولت ومال سے والدین کے حقوق خدمت کو بجالاتے ہیں۔ اور جو ماں باپ پر لعن طعن کرتا اور خدمت گزاری سے پہلوتہی کرتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ دوزخ بھی اُس سے کنارہ کرے گا۔ فقط

(۵) حقوق اولاد

اخلاص پرور کرم گستر زاد عنایتہٗ۔ بعد اشتیاق ملاقات آنکہ۔ عنایت نامہ بعد کثیر پہنچا۔ شادکامی بخشی۔ آپ نے جو دریافت حقوق اولاد تحریر فرمایا ہے بجواب اُس کے گزارش ہے کہ اول تو بچے کی پرورش عمدگی سے ہووے اور حسب حیثیت اُن کے واسطے جو سامان درکار ہو مہیا کرے اور ابتدا ہی سے اُن کو اچھی اچھی باتیں

سکھلاوے۔ اور مذہب و اعتقاد کی باتوں سے آگاہ کرے۔ اخلاق کی نگرانی
کرے اور اُس کی درستی میں ساعی رہے۔ اور شروع شروع میں تو بُرے اخلاق
دُور ہو سکتے ہیں اور اچھے اخلاق اُس کی جگہ جانشین ہو سکتے ہیں۔ زیادہ پیار
اور لاڈ کی وجہ سے بچوں کو گستاخ اور بے ادب کرے۔ کیونکہ صغیر سنی میں تو
بچوں کی باتیں خواہ کسیقدر پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بڑے ہونے پر وہی باتیں
وبال جان ہو جاتی ہیں۔ جیسے اکثر لوگ بچوں کو گالیاں سکھاتے ہیں۔ اور بار بار
اُن سے کہلاتے ہیں۔ یہ نہایت خلاف تہذیب ہے۔ جب بچے مزاج داں ہو جاتے
ہیں۔ تو والدین اور بزرگوں کا ادب اور خوف نہیں کرتے ہیں جو دل میں آتا ہے
کہہ دیا کرتے ہیں۔ جب یہ بُری عادت مستحکم ہو جاتی ہے۔ تو پھر اُس کا دُور ہونا مشکل
بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے جیسے چھوٹا درخت بآسانی اُکھڑ سکتا ہے۔ بڑے ہونے پر پھر وہ
بیلچہ وغیرہ کی مدد سے بھی اُکھڑ نہیں سکتا۔ جو باتیں سکھلائی جاویں وہ عام پسند ہوں
اپنی عمدہ اور نیک عادت کی تقلید کراویں۔ کیونکہ چوب تر کو جس طرح چاہیں موڑ
سکتے ہیں۔ بعد خشک ہونے کے بجز نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بچوں کو شراب
خواری اور منشیات و مسکرات کی چیزوں سے جو زندگی بھر نقصان دینے والی ہیں
بچانا چاہیئے۔ عمدہ طور وطریق نشست و برخاست و بجا آوری آداب وغیرہ کے
سکھاوے۔ اُنکا نام اچھا تجویز کرکے پکارے۔ لاڈ میں نام کو نہ بگاڑے اور جو باتیں
معیوب عام ہوں وہ نہ سکھی جاویں۔ اور بچہ کو خود عزت و حرمت سے رکھیں تاکہ دیگر
شخص بھی کسی طرح سے تمسخرانہ پیش نہ آویں اور اُن کو حرکات ناشائستہ سے باز رکھیں
اور اُن کے چال وچلن کا خیال رکھیں اچھی صحبت میں بٹھاویں۔ بُری صحبت سے بچاویں

اور نیک چلن بناویں۔ خوراک و پوشاک حسب حیثیت سادہ رکھیں جب بچہ سن تمیز کو
پہنچے تو اُس کی تعلیم کے لیے معلم خوش خلق اور پرہیزگار اور دیانتدار مقرر کیا جاوے
اور ہر علم کی حتی المقدور کافی تعلیم دلائی جاوے۔ اہل اسلام کی کتاب میں لکھا ہے کہ
بیٹیا خدا کی امانت ہے۔ قیامت کے دن اس حقوق کی بابت بھی والدین سے باز پرس
ہوگی۔ پس بچوں کی پرورش میں کافی توجہ کرنا بڑا ضروری امر ہے۔

(۶) انگریزی عملداری کے فوائد

دستگیر درماندگاں سلامت۔ بعد نیاز آنکہ صدور عنایت نامہ نے سرفرازی
بخشی۔ آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ انگریزی عملداری سے کیا فائدے ہیں۔ بمقابلہ پہلی
عملداریوں کے انگریزی عملداری میں بہت فائدے ہیں کہ پہلی عملداریوں میں جہاں
جھاڑی و جنگل کھڑے تھے اور شیر وغیرہ پھرتے تھے اب وہاں کوسوں تک غلہ کے
کھیت سرسبز نظر آتے ہیں۔ جہاں پگڈنڈی کے سوائے کوئی چوڑا راستہ بھی نہ تھا وہاں
ہزاروں میل تک پکی اور ہموار سڑکیں اور قدم قدم پر چمکتے ہوئے سفید سفید پل
نظر آتے ہیں۔ اور سڑکوں کے دو رویہ سایہ دار اور پھلدار درخت لگے ہوئے ہیں۔
پہلے جو مال ایک مقام سے دوسرے مقام کو روانہ ہوتا تھا اُس کو چور رہزنوں سے
محفوظ رکھنے کے واسطے محافظ مقرر ہوتے تھے تو بھی رستہ میں کچھ نہ کچھ گم ہو جانے
کا خوف تھا۔ جب سے سرکار گورنمنٹ نے ریل جاری کی تو کچھ کھٹکا نہ رہا۔ جو مال
مہینوں میں پہنچتا تھا دنوں میں پہنچنے لگا۔ جہاں مال کی ایک کھیپ چند دنوں میں
بصرف کثیر پہنچتی تھی۔ اب بہت سی کھیپیں صرف قلیل میں جلد پہنچ جاتی ہیں۔ اور پہلی

عملداریوں میں لوگ قاصدوں کے ہات خبر بھیجتے تھے اور مہینوں میں جواب اور خیریت عزیزوں کی ملتی تھی۔ سو وہ بھی زر کثیر صرف کر کے۔ اب آدہ آنے میں اس سرے سے ہندوستان کے دوسرے سرے تک خط بھیج دیتے ہیں۔ اور اس سے بھی جلدی کا کام ہوتا ہی تو بذریعہ تار برقی لمحہ کے لمحہ میں خبر منگا لیتے ہیں۔ جو کپڑے اور چیزیں آسائش کی پہلی عملداریوں میں لوگوں کو نصیب ہوتی تھیں۔ اب اس ملک کے اوسط درجہ کے آدمی کو میسر آتی ہیں۔ امن امان کی ترقی جو اس عہد میں ہی سب پر روشن ہی۔ اور امن و امان اور تجارت کی ترقی سے اہل حرفہ اور تجارت پیشوں کو بڑی آسودگی حاصل ہی۔ اور قسم قسم کی اشیار غیر ولائتوں کی ہر ایک شہر میں مل سکتی ہیں۔ ایک دہیلے کو ایسی دیا سلائی مل سکتی ہی جس سے چند دنوں تک آگ کرنے کا آرام ملتا ہی۔ غرض آرام اور آسایش کی سب چیزیں کم قیمت پر مل سکتی ہیں۔ انگریزی عملداری سے پیشتر جنگ و جدل کی وجہ سے رعایا کو بڑی پریشانی اور بے امنی رہتی تھی۔ زمین کی پیداوار فوجوں کی آمد و رفت میں پامال ہوجاتی تھی اور کچھ معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ رعایا بہت بحالت تنگی رہتی تھی۔ ذرا ذرا باتوں میں لوگ گاجر مولی کی طرح کٹ جاتے تھے جان کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے۔ اب جنگ و جدل کی یہ صورت ہی کہ تمام ملک میں لڑائی کا نشان بھی نہیں کسی میں دم مارنے کی طاقت نہیں۔ بیرونی حملوں کا لوگ نام بھول گئے۔ فوجوں کی آمد و رفت سے پیداوار میں ذرا بھی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر شاذونادر مناسب راستہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نقصان بھی پیداوار کا ہوجاتا ہی تو معاوضہ دیدیا جاتا ہی۔ رعایا ہمیشہ چین کرتی ہی۔ اور کسی بات پر کشت و خو

نہیں ہوتا۔ بردہ فروشی و دختر کشی کی بھی بہت زیادتی تھی۔ ایک ستی ہونے کی بھی رسم تھی کہ زندہ عورت کو مردہ شوہر کے ساتھ جلا دیتے تھے۔ کچھ انسداد رسومات کا نہ تھا۔ مگر سرکار انگریزی نے ان رسومات قبیح کا ایسا مناسب انسداد کیا کہ بالکل نشان نہیں رہا۔ تندرستی کا بھی کچھ انتظام نہ تھا۔ رعایا علاج نہ ہونے سے موت کے پنجہ میں گرفتار رہتی تھی۔ اس زمانہ میں شفاخانوں کا عمدہ انتظام ہے اور مرض کے موافق دوا مفت دیجاتی ہے۔ اس زمانہ میں تعلیم کی بہت زیادہ ترقی ہے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مدرسے اور اسکول جاری ہیں۔ اور ہر زبان کی تعلیم دیجاتی ہے۔ پہلے زمانے میں مذہبی تعصب کی وجہ سے جھگڑے فساد زیادہ تر رہتے تھے اور متعصبانہ مذاہب میں خلل اندازی ہوتی تھی۔ جو حسب مرضی مذہب اختیار کرتا تھا اُس پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ اور بڑی بے حرمتی کیجاتی تھی۔ لیکن سرکار انگریزی کو کسی مذہب سے کچھ بھی تعصب نہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے طریق پر عبادت کرے اور جو چاہے مذہب اختیار کرے کچھ دست اندازی نہیں۔ غرض کہ جو فائدے اور آرام دنیا اس زمانہ میں حاصل ہیں بیان سے باہر اور تحریر سے افزوں ہیں۔

(۷) علم کے فائدے کی تعریف میں

مہربان میرے خوش رہو۔ نامہ آپ کا پہنچا۔ دل کو خوشی اور شادمانی ہوئی نسبت فوائد علم کے جو ارقام فرمایا ہے۔ عرض کرتا ہوں۔ علم کے معنی جاننے کے ہیں جو زیادہ جانتا ہے اُس کو عالم کہتے ہیں۔ علم ایسی بے زوال دولت اور بے بہا چیز ہے کہ اُس کو کتنا ہی خرچ کرو کم نہیں ہوتا بلکہ روز بروز صرف کرنے سے ترقی پاتا ہے

نہ چور چرا سکتا ہے نہ بھائی بانٹ سکتا ہے۔ نہ بادشاہ کسی قصور کی سزا میں چھین سکتا ہے۔ دولت کے واسطے محافظ اور چوکی پہرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر علم خود محافظ ہوتا ہے۔ یہ دولت بڑی عجیب ہے۔ بدون دولت جو آدمی کو عزت ملتی ہے تو صرف علم ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ بادشاہ اپنے ملک میں قدر و منزلت پاتا ہے۔ عالم کی ہر جگہ وقعت ہوتی ہے۔ اُس کی خدمت کو سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ علما اپنی واقفیت کی وجہ سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچاتے ہیں۔ عمدہ عمدہ نصیحت آمیز کتابیں لکھتے ہیں جن کے پڑھنے سے لوگوں کو طرح طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اُن کا نام ہمیشہ چلا جاتا ہے۔ یعنی بعد مرنے کے زندہ ہی خیال کیے جاتے ہیں۔ علم سے قوائے دماغی یعنی عقل فہم ادراک۔ ترقی پاتے ہیں۔ تاریکیِ دل دُور ہوتی ہے۔ بُری عادتیں چھوٹ جاتی ہیں اور نیک عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حسد۔ حرص۔ غصّہ اور غرور دل کی بیماریاں ہیں ان سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور دنیا ناپائدار و بے ثبات کی ہوا و ہوس سے کہ جس میں چند روز کا عیش و آرام ہے طبیعت برداشتہ ہو کر خداشناسی کی طرف کہ جس میں عیش جاودانی ہے مائل ہو جاتی ہے۔ بدون علم کی رہبری کے کوئی کام خوش اسلوبی سے انجام نہیں پاتا ہے۔ علم سے خدا کی ذات کا علم ہوتا ہے۔ پس حتی الامکان علم حاصل کرنے میں عرق ریزی اور جاں فشانی کرنا چاہیئے۔ بیت

چو شمع از پے علم باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

علم نجات کی خاص بنیاد ہے۔ نہیں دیا بنا کچھ گیان آوے + نہیں بے گیان کوئی مکت پاوے + وہ ودیا پڑھ کے ہو دیں پورے گیانی + یہی ہے مکت پانے کی نشانی

فقط زیادہ نیاز

(۸) فوائد سررشتہ تعلیم

شفیق میرے۔ عنایت نامہ پہنچا حسب التحریر فوائد سررشتہ تعلیم جس قدر زیب قلم کروں بہت ہی کم ہیں۔ اکثر قومیں جو وحشی صفت اور بے تہذیب تھیں اور مانند حیوانوں کے جنگ و جدل وغیرہ میں مصروف رہتی تھیں فکر انجام مطلق نہیں تھا۔ پند و نصائح کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ گورنمنٹ انگریزی نے بنظر بہتری اور بہبودی ملک سررشتہ تعلیم جاری کیا جس سے لوگ احاطہ وحشت سے نکلکر سرحد تہذیب میں داخل ہوئے اور بجائے خاردار درخت کے پھلدار درخت بن گئے۔ آپس میں ہمدردی اور محبت پیدا ہوئی۔ اور دوراندیش کہلانے لگے۔ بادشاہی قانون اور مذہبی امورات کو سمجھنے لگے۔ سعادت دارین حاصل کی۔ اور اپنے پیشوں کو بہت خوش اسلوبی سے ترقی دینے لگے۔ یہ سررشتہ تعلیم ہی کا طفیل ہے کہ جس سے ایسے ایسے خطابات سے ممتاز ہوئے ہیں۔ کہ کوئی ڈاکٹر کوئی وکیل کوئی اسٹیشن بابو کوئی ڈاک منشی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ یہ اسی سررشتہ کا فیض ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ آدمی اعلیٰ اعلیٰ درجہ کو پہنچے ہیں۔ اور یہ اسی کا اقبال ہے کہ جس کو سب پر فخر حاصل ہے۔ غرضکہ آفتاب علم اور ماہتاب تہذیب نے دنیا کو مانند کنول اور دین کو مانند کمودنی شگفتگی بخشی ہے۔ اس سررشتہ کا بار احسان اسقدر ہے کہ کبھی کوئی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ اس کی ترقی کا ہمیشہ داعی رہیے۔ زیادہ نیاز۔

(۹) اُستاد کا بچوں سے برتاؤ

نور نظر مدظلہٗ۔ تم نے جو لکھا تھا کہ اُستاد کو بچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے

استاد کو مہیب صورت نہ بننا چاہیے۔ اور کرخت آواز عمل میں نہ لانا چاہیئے اس سے لڑکے سہم جاتے ہیں۔ ہوش و حواس جاتے ہیں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور طبیعت تعلیم پر مائل نہیں ہوتی مدرسہ کو ہوکا مکان سمجھکر بھاگنے کو طبیعت چاہتی ہے استاد کو ہمیشہ خوش خلق اور مجسم نیک ہونا چاہیئے اور ملائم اور خوش آواز سے گفتگو کرنا چاہیے جس سے بچے تعلیم پر توجہ دیں۔ اور ہوش و حواس قائم رہیں۔ کیونکہ جو کام خوشی کے ساتھ ہوتا ہے وہ سختی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ استاد کا ہر وقت مار دھاڑ رکھنا بچوں کے اخلاق میں فتور ڈالنا طریقہ تعلیم کے خلاف ہے۔ استاد بہت ملائمی سے نصیحت کرے۔ اگر یہ طور مفید نہ پڑے تو چشم نمائی کرے۔ اگر اس سے بھی راہ راست پر نہ آوے تو اس قدر سزا جو مزاج کی اصلاح کر دے۔ اُن کے اخلاق اور عادات کی درستی میں کوشش کرے۔ معنی اور مطلب اس طرح پر سمجھایا جاوے کہ ذہن نشین ہو جاوے۔ اگر ایک بار نہ سمجھے تو مکرر سہ کرر جب تک اُن کی سمجھ میں نہ آوے سمجھاتا رہے سبق بغور و توجہ سے فقرہ فقرہ پڑہواوے۔ تلفظ وغیرہ کا خیال رکھے اور اثنائے سبق میں بذریعہ سوال و جواب مطلب دریافت کرے۔ باندازہ لیاقت سبق پڑہاوے۔ آموختہ میں امتحان لیتا رہے اگر یاد ہو تحسین و آفریں کرے۔ اور جو نہ یاد ہو لعنت و ملامت کرے۔ تند خوئی اور ترش روئی کو عمل میں نہ لاوے ورزش اور کھیل جیسے ڈنڈ بیٹھک۔ گیند۔ وغیرہ کرائے اور ہر طرح سے ہمدردی کا برتاؤ کرے تاکہ بچے مالوف و مانوس ہوں۔ باشندگان میں وقعت ہوا ور مدرسہ ترقی پذیر ہو

فقط زیادہ دعا

(۱۰) تعلیم نسواں

بندہ نواز تسلیم۔ مزاج شریف۔ بنسبت تعلیم نسواں جو رائے طلب کی ہے۔ میں ہوں کہ تعلیم نسواں سے زیادہ تر فائدے ہیں۔ عورتوں کو علم حاصل کرنے کی بہت ہی ضرورت ہے۔ کیونکہ بچہ کی سب سے ابتدائی حالت میں اُس کی تربیت اور تعلیم کی وہی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُن کے خیالات کا اثر بچوں کے دل پر زیادہ ہوتا ہے اور جو باتیں اپنے والدین سے سیکھتا ہے وہ اُس کے اخیر وقت تک دُور نہیں ہوتیں۔ کیونکہ جس کی بنیاد اچھی ہوتی ہے اُس کا اخیر اچھا ہوتا ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ والدہ تعلیم یافتہ۔ اور بچہ کے اندر شروع ہی سے علم کے پاکیزہ خیالات اثر کرتے رہیں۔ پرورش اولاد کے سوا عورتوں کا کام رسوئی بنانا اور کوئی ہنر مثل سوزن کاری وغیرہ کا بھی ہے جس سے اُمورِ خانہ داری میں دسترس کی حاصل ہو جاوے اور علم حکمت کے اُصولوں سے واقف ہو کر موسم کے موافق ایسا کھانا طیار کریں جس کھانے سے کسی طرح کا مرض پیدا نہ ہو۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ گھر میں اتفاق روگ پیدا ہو جاتا ہے تو بہت جلدی اُس کا علاج کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب عورتوں کا بچہ بیمار ہوتا ہے تو گھٹی وغیرہ دیتی ہیں اور آنکھوں وغیرہ کا علاج بہت آسانی سے کر لیتی ہیں۔ اور ڈاکٹر وغیرہ کی فیس کا زیر بار نہیں ہونا پڑتا۔ اور ادویات جو بازار سے روپیوں میں ملتی ہیں۔ گھر میں عورتوں کے بتا لینے سے کوڑیوں میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کو علم موسیقی کی بھی بہت ضرورت ہے۔ دن بھر کی محنت اور تکلیف فرحت سے بدل جاتی ہے۔ وہ گھر بڑا ہی پیارا اور بہشت کی مانند معلوم ہوتا ہے کہ جہاں

صبح وشام عورتیں سُریلی آواز سے پرمیشر کا راگ گایا کرتی ہیں۔ اور پرمیشور کا بھجن۔
پوجا۔ پاٹ۔ عورتوں سے بہ نسبت مردوں کے اچھا ہوتا ہی۔ اور علم حساب کی عورتوں
کو بہت ضرورت ہی۔ کیونکہ آدمی دولت پیدا کرتا ہی۔ عورت خرچ کرتی ہی۔ اگر وہ علم
سے واقف ہو تو آمدنی و خرچ کا حساب عمدگی سے رکھ چھوڑ سکتی ہی۔ بنا عورت تعلیم یافتہ
کے گھر کا کام بخوبی وجہ نہیں چلسکتا۔ خانہ مانند رتھ کے ہی اور بایاں پہیہ عورت ہی اور
دایاں مرد جب دونوں پہیے ایک سے نہ ہوں تو رتھ نہیں چل سکتا ہی جیسے
کہ ہمارے ملک کے آدمی تکلیفوں میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عورتوں کی جہالت
کی وجہ سے آدمی گھبرا جاتا ہی۔ دنیا بھر کی آفتیں آموجود ہوتی ہیں۔ عورتوں میں تعلیم
ہی سے پوری انسانیت حاصل ہوگی۔ اور جس غرض سے خدا نے عورتوں کو پیدا
کیا ہی کہ سب طرح مرد کی شریک رنج و راحت اور مونس و غمخوار رہے۔ وہ غرض حاصل
ہوگی۔ اور دنیا میں سچی خوشی اور عقبیٰ میں نجات حقیقی حاصل ہوگی۔ کیا خوب ہو
کہ اس خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لڑکیوں کا پڑھانا اپنے اوپر ایسا ہی فرض سمجھیں
جیسا کہ لڑکوں کا سمجھتے ہیں۔ پس میری رائے میں تعلیم نسواں بہت مناسب ہی۔ آپ کو
اس میں کوشش کرنی چاہیئے۔ آج کل سرکار گورنمنٹ اور خیرخواہان ملک و ملت نے
بنظر بہتری ملک کے جابجا مدرسۂ نسواں جاری کیے ہیں۔ جن سے لڑکیاں ہر علم سے
واقف ہو کر اپنی اولاد وغیرہ کو اچھی تعلیم دیں کہ جس سے آیندہ ملک کی حالت بہتر
ہو اور تمام خرابیاں دور ہو جاویں۔

(۱۱) فوائد تحریر

تلمیذ عزیز سراپا تمیز زاد اللہ علمہٗ و قدرہٗ۔ بعد دعوات مزید حیاۃ کے واضح ہو کہ

تحریر ایک عجیب و غریب فن ہو کہ بذریعہ جس کے ہزار و کوس کے لوگوں پر اپنی ضمیر
ظاہر کر دیتے ہیں اور سیکڑوں برس کے گزرے ہوئے لوگوں کے بُرے بھلے
خیالات نیک و بد کام اور علم و ہنر۔ شجاعت۔ غم و غصہ نصیحتیں اور نیز جو کار نمایاں
کیے۔ اُن کی لکھی ہوئی کتابوں سے جان لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب کوئی شخص
وطن چھوڑ کر والدین سے جُدا ہوتا ہی۔ اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت ہونے
کی ضرورت ہوتی ہو تو خط و کتابت کی ضرورت پڑتی ہی۔ عزیز و احباب کی گو صورت
نظر نہیں آتی۔ مگر خط کے ذریعہ سے اُن کے حالات مثل آنکھ سے دیکھنے کے معلوم
ہو جاتے ہیں۔ اور جتنی اصالتاً ملاقات سے خوشی ہوتی ہی۔ اُتنی ہی خط کے
دیکھنے سے خوشی ہوتی ہی۔ المکتوب نصف الملاقات۔ اور جب کوئی راز کی بات
کسی کے ذریعہ سے کسی کو کہلا بھیجتے ہیں تو ممکن ہو کہ وہ کسی اور سے بھی کہدے کہ
جس سے احتمال نقصان کا ہو۔ مگر تحریر ایسی راز پوش ہو کہ اس سے اور کوئی بھید
لے ہی نہیں سکتا۔ اور نقصان ہو جاتا ہی۔ اس کا علاج صرف تحریر ہی ہی بمقابلہ تحریر
تقریر قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی ہی۔ کیونکہ زبان پر ابھی کچھ اور ابھی کچھ قیام نہیں
مگر تحریر پتھر کی لکیر ہی۔ عدالت میں تحریر ہی زیادہ قابل وقعت و لائق اعتبار سمجھی
جاتی ہو اور یہی پکا ثبوت تصور کیا جاتا ہی۔

(۱۲) بدنویسی و خوشنویسی کا بیان

نور بصر لخت جگر بعافیت باشند۔ بعد دعا، مزید حیات آنکہ خط تمھارا آیا تمھاری
بدخطی دیکھکر طبیعت از حد منغص ہوئی اور تمھارے امتحان میں کامیاب ہونے کی اُمید

بھی منقطع ہوئی کیونکہ ممتحان جواب ٹھیک ہونے پر بھی بدخطی میں نمبر کاٹ لیتے ہیں۔ اور جن جن مضمونوں میں پاس ہونے کے قابل ہوتے ہیں فیل ہو جاتے ہیں کیونکہ بدخطی خوبی عبارت کو بھی پھیکا کر دیتی ہے۔ اور پڑھنے والے کی نظر کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ پھر اُس کا خیال عبارت کی یا مضمون کی عمدگی پر اچھی طرح نہیں جمتا اور بدخطی زیادہ علم کو کم ثابت کرتی ہے۔ خوشنویسی ایک عجیب فن ہے انسان کی علمی معلومات کو آفتاب کی طرح چمکاتی ہے اور اپنی صفائی اور خوبی پر دوسروں کی طبیعت کو اس طرح مہربان کر لیتی ہے جیسے خوبصورت آدمی دوسروں کو اپنے اوپر مہربان کر لیتا ہے۔ اور ممتحان اُس کی خوبی اور صفائی کو دیکھکر عبارت کی غلطی پر بھی نمبر دیدیتے ہیں۔ کہ جن سے فیل ہونے کے قابل مضمونوں میں بھی پاس ہو جاتے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ خوشنویسی میں خوب مشق و مہارت کرو۔

(۱۳) فوائد نہر

برخوردار کامگار زاد قدرہٗ۔ فوائد نہر تحریر کرتا ہوں۔ نہروں سے ملک کی حالت بارونق اور سرسبز ہو گئی۔ جابجا شاخیں اور بمبے جاری ہیں۔ جن سے آبپاشی زمین کی خوب ہوتی ہے۔ پانی با فراغت ملنے کے باعث پیداوار زیادہ ہوتا ہے۔ آبپاشی کے تمام طریقوں میں نہر سے آبپاشی کرنے میں محنت کم ہوتی ہے اور خرچ تھوڑا پڑتا ہے۔ اُن قیمتی جنسوں کی زراعت جو اس بات پر موقوف تھی کہ بہت سا پانی ہر وقت سر دست مل سکے ہونے لگی۔ جہاں پانی کا کال تھا اور کروڑوں بیگھہ زمین ویران اور بنجر پڑی تھی۔ نہر کے ذریعہ سے مزروعہ ہو گئی۔

اور مالکوں کو فائدہ پہنچنے لگا۔ زمین کے نہری ہو جانے سے ملکیت آراضی کی قیمت بڑھ گئی۔ خشک سالی میں بالکل ناپیدا ہونے کا خوف جاتا رہا۔ بارش میں دیر لگنے سے کھیتوں کے سوکھ جانے کا اندیشہ نہ رہا۔ دونوں حال میں اتنی امید ہو گئی کہ ضرور اتنا اناج پیدا ہو جاویگا کہ جس سے بال بچوں کی روٹی کا سہارا ہو جاویگا۔ اور سوائے اس کے دو رویہ بڑے بڑے درخت سایہ دار اور جانوروں کو نہانے دھونے اور پانی پینے کا بہت آرام ملتا ہے۔ اور اس کے نزدیک پٹریوں پر سبز گھاس اُگی رہتی ہے جو چوپایوں کے کام آتی ہے۔ کشتیاں جاری ہیں جن سے ایک جگہ کا مال دوسری جگہ بہت کم خرچ میں اور بہت جلدی پہنچ جاتا ہے۔ اس سے تجارت کو بہت کچھ ترقی ہو گئی۔ اور سوداگروں کو فائدہ پہنچنے لگا۔ رستہ میں مال کے لٹ جانے کا کچھ اندیشہ نہ رہا۔ اکثر مقامات پر پن چکیاں جاری ہیں جن سے سیکڑوں من آٹا بہت کم عرصہ میں پس جاتا ہے کہ جس کو ایک پسنہاری مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں پیس سکتی۔ جانوروں اور چوپایوں کو پانی کا بہت آرام ہو گیا اور چارہ کی بہت افراط ہو گئی۔ نہر سے گورنمنٹ کو بھی بہت فائدے ہیں پانی کے محصول کی آمد اور تجارت کے مال کی آمد و رفت کی اور قحط سالی کے خرچوں کی کفایت پن چکی وغیرہ کے محصول کی آمد اور سوائے اس کے کروڑ رو بیگھہ زمین ادسر بنجر مزروعہ ہو گئی۔ لگان لگا دیا گیا جس سے کروڑوں روپیہ آمدنی بڑھ گئی۔ غرض کہ رعایا اور گورنمنٹ کو بہت فائدے ہیں۔ یہ دولت ہمکو گورنمنٹ کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اور انسان کی صنعت اور قدرت کا عجب نمونہ ہے۔ فقط

(۱۴) اخلاق

مخدومی و مکرم بندہ جناب چچا صاحب دام مجدکم۔ بعد آداب و تسلیمات نیازمندانہ کے گزارش یہ ہی کہ اخلاق لفظ عربی خلق کی جمع ہی۔ خلق کے لغوی معنی خو یا عادت کے ہیں۔ اصطلاح میں خلق اچھی خو اور نیک عادت سے مراد ہی۔ جس شخص کی عادت و خصلت۔ طور طریق اچھا ہوتا ہی اور سب سے بعنوان شائستہ۔ خندہ پیشانی و کشادہ روئی و شیریں کلامی و نرم مزاجی اور خوش کلامی و آثار مہربانی پیش آتا ہی اُس کو خلیق اور خوش خلق کہتے ہیں۔ اور جو شخص چہرہ شکنی اور چین بر جبیں سخت زبانی اور تلخ کلامی کج ادائی نامہربانی اور تلون مزاجی سے پیش آتا ہی اُس کو بداخلاق یا بدخلق کہتے ہیں۔ جو خوش اخلاق اور خوش خو ہوتا ہی لوگوں کے نیک کاموں میں مخالفت نہیں کرتا۔ اپنے دل میں آپ انصاف کرتا ہی کسی کا عیب نہیں ڈھونڈتا۔ کسی سے کوئی لغزش ہو جائے تو اُس کا اظہار نیکی سے کرتا ہی۔ اگر قصور وار معافی مانگے تو معاف کر دیتا ہی۔ محتاجوں کی ضرورتیں اپنے مقدور کے موافق پوری کر دیتا ہی اور اُن کی تکلیفیں آپ اُٹھا لیتا ہی۔ اپنے عیبوں پر نظر رکھتا ہی۔ لوگوں سے بکشادہ پیشانی پیش آتا ہی۔ اپنے پانچ اعضا کو بُرائی سے بچا کر بھلائی میں لگاتا ہی۔ آنکھوں کو کسی طرف بُری نگاہ کرنے سے روک کر جلوۂ قدرت الٰہی کے دیکھنے میں لگاتا ہی۔ کانوں کو کسی کی بُرائی سُننے سے باز رکھتا ہی اور خدا کی تعریف و توصیف و اخلاقی حالات و بزرگوں کی حکایتیں سُننے میں لگاتا ہی۔ ہاتوں کو بُرے کام کرنے سے روکتا ہی۔ نیک کاموں کے کرنے

ہیں دل لگاتا ہی۔ پاؤں کو بُرے کاموں کی طرف جانے سے باز رکھتا ہی اور خدا کی عبادت اور بیماروں کی عیادت کے لیے جانے میں مصروف کرتا ہی۔ ایسا شخص ہر دل عزیز ہوتا ہی اور سب کی خوشی کا سامان ہوتا ہی۔ وہ دشمن کو بھی دوست بنا لیتا ہی۔ دراصل ایسے شخص کی زندگی زندگی ہی۔ بدخلق آدمی ہمیشہ ماتمی چہرہ بنائے رہتا ہی۔ تلخ مزاجی سے پیش آتا ہی۔ دوسروں کی تکلیف ہی اور ضرر رسانی میں مصروف رہتا ہی۔ اور حسد و حرص و غصہ غرور و مکاری و دغا بازی میں مبتلا اور مصروف رہتا ہی۔ ایسا شخص سب کے رنج کا سامان بنا رہتا ہی۔ دنیا میں اُس کے دوست کم اور دشمن بہت ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اس سے ایسی نفرت ہوتی ہی جیسے کسی بدبودار چیز سے تنفر ہوتا ہی۔ دنیا میں اس کی زندگی کچھ زندگی نہیں۔ انسان کو نیک عادتوں سے فائدے ہوتے ہیں اور بدخصلتوں سے نقصان پہنچتے ہیں پس اخلاق ایک جوہر لطیف ہی۔ دنیا میں اخلاق سے بڑھ کر اور کوئی صنعت نہیں پائی جاتی۔ جس میں اخلاق کی بو نہیں وہ مثل جانور کے ہی۔ جہاں دو چار اکٹھے ہوئے ان بن پیدا ہو گئی۔ درستی اخلاق کے لیے انسان کو ضرور ہی کہ وہ اعلیٰ صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرے۔ حلم۔ انصاف۔ راستی۔ سنجیدگی۔ وفاداری دوراندیشی۔ شیریں زبانی وغیرہ وغیرہ اخلاق کے ارکان ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے ہر شخص اپنے اخلاق کی درستی کر سکتا ہی۔

(۱۵) قرض

جناب قبلہ گاہی صاحب مدظلہ العالی۔ عجز و نیاز کے بعد کاشف مدعا ہوں۔

فرض وہ چیز ہی جس کا کرنا ہم پر لازم ہی۔ انسان کے متعلق جتنے فرائض ہیں اُنکا
پورا کر دینا بھی بڑی ایمانداری اور خوش لیاقتی ہی۔ ہر شخص کا فرض جداگانہ ہی
جو شخص اپنا فرض پورا نہیں کرتا وہ حقیقت میں گنہگار۔ گمراہ۔ اور سرکش کہا جاتا ہی
غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو وسائل ہماری بہبودی کے ہیں اُنھیں کے
مجموعہ کا نام فرض ہو گیا ہی۔ فرض دو قسم کا ہوتا ہی ایک دینی یعنی حق اللہ۔ اور
دوسرا دنیاوی یعنی حق العباد۔ پہلے فرض میں خدا پر اعتقاد رکھنا اس سے محبت
کرنا۔ دل و جان سے اُس کی پرستش کرنا اپنے معبود حقیقی کو (یعنی جو ہمارا پیدا
کرنے والا اور پالنے والا۔ آفات ارضی و سماوی سے بچانے والا جو ہر دماغ
سے عقل کو آراستہ کرنے والا ہی) فراموش نہ کریں۔ اُس کی عبادت و شکر
گزاری سے غافل نہوں۔ ہمیشہ اُس کی رحمتوں کے شکر گزار رہیں۔ اور جو مذہبی
قانون بنائے گئے ہیں اُن کی پابندی تہ دل سے کریں۔ کیونکہ اُس کی طاقت
دنیا کی کل طاقتوں سے بڑی ہی۔ اُس کے آگے ہم اسقدر کمتر اور بے عقل ہیں
کہ اُس کے انتظامات اور اُس کے رازوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرا فرض دنیاوی
یعنی حق العباد وہ ہی کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ محبت کرنا اور سب کے ساتھ
اس طرح سلوک کرنا جیسی ہم اُن سے توقع رکھتے ہیں۔ اور اُن کی خوشی کو مدنظر
رکھنا۔ اولاد کا فرض ماں باپ کی خدمت گزاری کرنا ہی۔ والدین کا فرض ہی
کہ اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش وغیرہ کرنا۔ اور استاد کا فرض ہی کہ صدق
دل سے تعلیم دینا اور اخلاق و عادات کی درستی کرنا۔ اور شاگرد کا فرض ہے کہ
اُستاد کو مثل والدین کے سمجھنا اور اُن کی فرمانبرداری کرنا۔ ملازم کا فرض ہی کہ

اپنے کار منصبی بخوبی جیسے انجام دنیا وغیرہ شامل ہیں۔ ان دونوں فرائض کا اصل اصول محبت ہی۔ محبت خدا و محبت انسان وغیرہ ہم سب کا فرض عین ہی۔ اگر ہم میں محبت ہی تو اس سے اور کل باتیں آجاویں گی۔ ہم سب کے ساتھ محبت سے پیش آویں گے۔ اس کے بعد وہ فرائض ایسے ہیں جن کی پابندی ہمارے دنیاوی معاملوں میں ہم کو فائدہ پہنچاتی ہی۔ اور اُن کے بغیر پورا کیے گویا ہم دنیا میں رہنے کے قابل ہی نہیں۔ دیکھو ایک بڑا ضروری فرض تحصیل علم ہے کہ جس کے ادا نہ ہونے سے موجودہ عقل بھی اچھی طرح کام میں نہیں آسکتی۔ اگر انسان علم نہ حاصل کرے جاہل کہلائیگا۔ اور کوئی بھی مرحلہ دین و دنیاوی۔ اُس سے طے نہ ہوسکے گا۔ نیکی و بدی اور بُرائی بھلائی کے دریافت کرنے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ غرض کہ بغیر تحصیل علم انسان کی مٹی خراب ہی پس علم کا حاصل کرنا انسان کے لیے بہت ضروری ہی۔ خود بھی اس فرض کو پورا کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے اور خاص طور پر کوشش کرے جب تک انسان زندہ ہی فرائض منصبی بھی اُس کی جان کے ساتھ ہیں۔ پس جو لوگ اپنے فرائض منصبی ایمانداری اور صدق شعاری سے ادا نہیں کرتے گویا وہ اپنی جان کو مصیبت کے پھندے میں پھنسائے ہوئے ہیں۔ نہ اُن کو دنیا کے مطلب حاصل ہوتے ہیں اور نہ دین کی عزت ہاتھ آتی ہی۔ غرض جو انسان دنیاوی فرض ادا نہیں کرتا وہ نادان اور اپنا ہی دشمن ہی۔ پس کیا خوب ہو کہ ہم سب لوگ ہر وقت ادائے فرض کے لیے طیار رہیں۔

---

(۱۶) تادیب

برخوردار نورالابصار خوش رہو۔ تادیب کے معنی ادب دینا اور جو بات
کسی آدمی کو تعلیم سے معلوم ہوئی ہو اُس پر عمل کرنا سکھانا یا عمل کرانا ہے۔ اسیلئے
تادیب علم کو پورا کرا دینے والی ہے۔ کیونکہ جو بات تعلیم سے رہ جاتی ہے تادیب اُسے
پورا کردیتی ہے۔ تادیب کرنے والے کو مودب یا ادیب کہتے ہیں جس طرح تعلیم کی
تین قسمیں ہیں اسی طرح تادیب کی بھی تین قسمیں ہیں۔ تادیب عقلی۔ تادیب بدنی
تادیب خلقی۔ جس بچے کو تادیب عقلی ہوئی ہے۔ ہر ایک مضمون کو جو اُسکے سامنے
آئیگا خوب سوچیگا۔ پر جس کو تادیب عقلی نہیں ہوئی ہے اُس کا دل کسی مضمون کی
غور و فکر کرنے میں نہیں لگتا ہے۔ اسی طرح جس کو تادیب بدنی ہوئی ہے۔ وہ اپنے
افعال و حرکات میں خوب چستی و چالاکی دکھلاتا ہے۔ سُستی نہیں کرتا تازہ دم رہتا
ہے۔ اور جس کو تادیب خلقی ہوئی ہے۔ وہ اچھے بُرے کو فوراً تمیز کر لیتا ہے۔ اور ہر بات
کو سمجھ لیتا ہے کہ درست ہے یا نا درست۔ اُستاد یا باپ یا مرشد انھیں خطاؤں اور
غلطیوں کی اصلاح کر دیتا ہے جو سرسری نظر سے اُس کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ مگر
مودب یا ادیب باریک خطاؤں اور ادنیٰ غلطیوں کی بنیاد بھی نہیں پڑنے دیتا
اس لیے بچہ تادیب ہی سے شرافت کے مقام پہ پہنچ جاتا ہے اور سب کی نظروں
میں عزت کے قابل ہوتا ہے

ایضاً

فرزند اقبال بلند۔ بعد دعا، مزید حیاۃ کے معلوم ہو کہ ادب کے معنی ہر چیز کی

عمر کو نگاہ رکھنا یعنی بزرگوں کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کرے جو اُن کی نظروں میں نیک ثابت ہو۔ جب ملاقات ہو تو کھڑا ہو کر دست بستہ سر جھکا کر بندگی کرے اسی طرح اگر کوئی حاکم ہو تو صرف آداب بجا لائے مزاج پرسی نکرے یہ رسم مساوی درجوں کی ہی۔ حاکمی محکومی میں زیبا نہیں۔ یہ ادب اُٹھنے بیٹھنے اور بات کرنے میں پیش نظر رہے جس سے سب کی نظروں میں عزت و وقعت ہو۔ بڑوں سے مراد صرف وہی ارباب اور اصحاب نہیں ہیں جو عمر میں بڑے ہیں۔ بلکہ جو علم فضل یا دولت وغیرہ میں فوقیت رکھتے ہیں اُن کو بھی بڑا جاننا چاہیے جب تم کسی کا ادب نکروگے تو اُس کا دل تم سے نہایت رنجیدہ ہوگا۔ اور اُس کو تم بہت بُرے معلوم ہوگے۔ ادب ہی سے آدمی لائق سمجھا جاتا ہی۔ ورنہ وہ حیوان سے بدتر ہی جس کو بھلے بُرے کی تمیز نہیں وہ کہیں بھی عزیز نہیں سب کی نظروں میں حقیر معلوم ہوتا ہی۔ سب اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ اور یہ بات سچ ہی کہ با ادب با نصیب اور بے ادب بے نصیب۔ پس اگر تم ہر دل عزیز ہونا چاہتے ہو تو با ادب رہنا چاہیئے۔

(۱۷) فوائد ریل گاڑی

تکیہ گاہ فدویاں جناب ماموں صاحب قبلہ تسلیم۔ ریل گاڑی سے اس ملک کو صدہا فائدے ہوئے ہیں پہلے خشکی میں بیلوں اور بار برداری کے جانوروں پر اشیا رتجارتی کی آمد ورفت میں نہایت درجہ کی دقت ہوتی تھی اور کرایہ بہت خرچ ہوتا تھا۔ اور چیزوں پر لاگت زیادہ لگتی تھی۔ اور مہینوں میں خشکی یا

تری کے رستہ سے پہنچتا تھا اور قسم قسم کی تکلیفیں اور انواع کے خطرات رہتے تھے۔ اس وقت میں ریل کے ذریعہ سے بلا خوف و خطر چیزیں بآسانی اور بہت جلدی پہنچ جاتی ہیں۔ اور لاگت بھی بہت کم لگتی ہی اور سب قسم کی چیزیں بہم پہنچ جاتی ہیں۔ اس میں خریداروں اور فروخت کنندگان دونوں کو فائدہ ہی۔ تھوڑے نفع پر بہت چیزیں فروخت ہو جاتی ہیں۔ اور بہت جلد اشیا بہم پہنچ سکتی ہیں۔ پہلے اشیا مدت تک پڑی رہتی تھیں۔ اور خرچ ہر قسم کا زیادہ ہوتا تھا۔ اسی واسطے قیمت بڑھ جاتی تھی اور کم فروخت ہوتی تھیں اسوقت میں بہت تھوڑے نفع سے جلد جلد فروخت ہو جانے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہی۔ جس کی وجہ سے تجارت کی خوب گرم بازاری اور اعلیٰ درجہ کی ترقی ہو رہی ہی۔ جو شہر یا قصبے لب سڑک ریل ہیں اُن میں بوجہ تجارت اور آمد و رفت مسافر روز گار رونق پر ہی۔ دساوروں میں مال کے آنے جانے سے بڑی رونق ہی۔ اس سے قحط سالی کی مصیبت دُور ہوتی ہی اور کافی مدد ملتی ہی جس وقت کسی ملک میں قحط پڑا تجاروں نے جن اضلاع میں غلہ با فراط تھا وہاں سے صدہا روپیہ کا مال بذریعہ ریل کے اضلاع قحط زدہ میں آن کی آن میں پہنچا دیا اور قحط زدگی کی مصیبت سے بچا لیا۔ اگر کسی قسم کی دقت ہوئی تو انھیں اضلاع میں ہوئی جہاں ریل نہ پہنچ سکی۔ مسافروں کو اس سے کمال آرام اور انتہا درجہ کی راحت ہی۔ دیکھو جو رستہ مہینوں میں زر کثیر خرچ کرنے سے اور طرح طرح کے مصائب اور قسم قسم کی تکلیفات اُٹھانے سے طے ہوتا تھا وہ دو چار دن میں تھوڑے خرچ سے طے ہو جاتا ہی۔ سفر جو کبھی سقر کا نمونہ تھا۔ اب کسی قسم کی تکلیف

نہیں اُٹھانی پڑتی گھروں سے زیادہ آرام ملتا ہی سٹیشنوں پر جابجا برہمن سقے
واسطے پانی پلانے کے۔ اور طرح طرح کی اشیا خوردنی و نوشیدنی کے فروخت
کرنے والے موجود۔ مسافرخانے پیشاب خانے پاخانے بنے ہوئے ہیں گاڑیو
میں بیٹھنے کے لیے عمدہ عمدہ بنچیں اور رات کی روشنی کے لیے لالٹینیں۔ ہوا کے
لیے کھڑکیاں۔ اور مسافروں کے سامان ٹانگنے کے لیے کھونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔
ہر موسم میں ہر قسم کا آرام نہ چور کا خوف نہ رہزن کا ڈر ہی۔ اور بذریعہ تار برقی
دور دراز کی خبر بہت جلد مل جاتی ہی۔ اور خط وغیرہ بہت جلدی پہنچ جاتے
ہیں اور جواب جلد آجاتا ہی۔ الغرض اس کے فائدوں کا بیان تحریر کرنا میرے
احاطۂ تحریر سے باہر ہی۔

(۱۸) کاشتکاری

مصدر عنایت و کرم دام نوازشہ۔ تسلیمات بندگان بجا لا کر عرض کرتا ہوں
کہ کاشتکاری زمین میں کھاد وغیرہ ڈال کر جوت بو کر پیداوار حاصل کرنیکا نام
ہی۔ جو کاشتکاری کرتا ہی اُس کو کاشتکار کہتے ہیں۔ جہاں قدرتی چشمے اور بہتی
نہریں یعنی قدرتی اور مصنوعی ذریعہ پانی کا نہیں ہی۔ وہاں پر بالکل دار و مدار
برسات پر ہی کہیں کہیں سال میں تین فصلیں اور کہیں بوجہ قلت پانی و خاصیت
زمین ایک ہی فصل پیدا ہوتی ہی۔ فصلیں تین ہیں۔ خریف۔ ربیع اور زائد فصل۔
خریف کی عموماً اساڑھ کے مہینہ میں تخم ریزی ہوتی ہی اور بعض بعض جنس ایک
دو مہینے پہلے بھی بوئی جاتی ہی۔ جیسے اینکھیں۔ اس فصل کا حاصل ہم کو موسم سرما

میں ملتا ہے۔ غلہ میں دانے کی جنسیں۔ دھان۔ مکئی۔ جوار۔ باجرا۔ کاکُن۔
مڑوا۔ کودوں۔ اور دال کی جنسیں۔ ارہر۔ ماش۔ مونگ۔ مَوٹھ۔ لوبیا۔
ہیں۔ اور تلہن جنسے تیل نکلتا ہے۔ تل یا تِلّی اور انڈی ہیں۔ ریشہ جنسے تاگا نکلتا
ہے۔ کپاس۔ سن یا پٹ سن ہیں۔ رنگ میں نیل و مصالحہ میں ادرک۔ ہلدی
اور ترکاریوں میں۔ لوکی۔ کدو۔ ترئی اور بھنڈی ہیں۔ ربیع کی فصل میں غلہ میں
دانے کی جنسیں گیہوں۔ جو۔ جئی۔ اور دال کی جنسیں چنا۔ مٹر۔ مٹری۔ مسور
ہیں۔ اور تلہن جنسے تیل نکلتا ہے سرسوں۔ لاہی۔ رائی۔ السی۔ اور رنگ میں
کسُم جس کو کرڑ یا کرڑھی کہتے ہیں۔ اور ترکاریوں میں گاجر۔ مولی۔ آلو۔ لوکی۔
کدو۔ گوبھی ہیں۔ یہ فصل موسم سرما میں بوئی جاتی ہے اور حاصل گرمی کے موسم
میں ملتا ہے۔ فصل زائد جو گرمی کے موسم میں بوئی جاتی ہے اور انھیں ایام میں انکا
حاصل مل جاتا ہے۔ چینوا سانواں کی جنسیں پیدا ہوتی ہیں۔ غرضکہ کاشتکاری
سے ہم کو ہر طرح کا فائدہ ہے۔ امیر۔ غریب۔ چرند۔ پرند۔ سب کی شکم پروری غلہ
بھوسہ وغیرہ سے ہوتی ہے اور وہ اسی کاشتکاری کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔
اگر پیشہ کاشتکاری نہ ہو تو کوئی چیز آرام اور زندگی کی دستیاب نہ ہو اسی واسطے
اس پیشہ کو سب پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۱۹) تجارۃ

شفیق بندہ۔ تجارۃ۔ ایک جگہ کا مال دوسری جگہ بھیجنا کہلاتا ہے۔ جو تجارۃ
کرتا ہے اُس کو تاجر کہتے ہیں۔ تجارۃ سے بہت فائدے ہیں۔ ہر چیز جو انسان کی

ضرورۃ یا آرام و آسائش کی ہی اور ہر جگھہ اور ہر ملک میں نہ کُل پیدا ہوتی ہیں اور
نہ کُل بنائی جاتی ہیں۔ ہر جگھہ بقدر کفایت دستیاب ہوسکتی ہیں۔ مثلاً۔ غلہ روئی
ہندوستان سے انگلستان میں پہنچتا ہی۔ اسی کے وسیلے سے رنگ برنگ کے
کپڑے انواع و اقسام کی کلیں یورپ سے ہندوستان میں آتی ہیں۔
ہندوستان میں دیا سلائی کا کارخانہ نہیں ہی۔ مگر تجارۃ کی بدولت ہم کو انگلستان
سے میسر آتی ہی کہ جس سے ہم کو بہت آرام ملتا ہی۔ بعض ملک ایسے ہیں کہ وہاں
آم بہت ہوتے ہیں اور بعض جگھہ بالکل نہیں ہوتے۔ بعض جگھہ گنا نہیں ہوتا اور
نہ شکر بنتی ہی۔ اس لیے اُن شہروں اور ملکوں میں لیجا کر بیچتے ہیں۔ اور جہاں
میوے وغیرہ نہیں ہوتے وہاں لیجا کر بیچتے ہیں۔ اسی طرح اور چیزوں پر غور کرو
تو معلوم ہو جاویگا کہ ہر شہر سے دوسرے شہر کو کوئی چیز جاتی ہی اور کوئی آتی ہی
کوئی گاڑیوں میں مال لیجاتا ہی۔ کوئی کشتی میں لاد کر دریا کے راستے کوئی اونٹوں
پر کوئی ٹٹو پر کوئی بیل پر لاد کرلے جاتا ہی کبھی ریل کے راستے تجارۃ کا مال لیجاتے
ہیں۔ اس پیشہ میں صدہا ہزار آدمی پرورش پاتے ہیں۔ کوئی گماشتہ مقرر کرتا ہی۔
کوئی اڑھتیا مقرر کرتا ہی۔ تجارۃ پیشہ ہمیشہ متمول اور دولتمند رہتے ہیں۔ جن کا معاملہ
سچا اور صاف ہوتا ہی اُس کا سامان زیادہ فروخت ہوتا ہی۔ اُس کی تجارۃ اور
دولت کو روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہی۔ تجارۃ پیشہ بہ نسبت نوکروں کے آزاد اور
دولت مند ہوتا ہی۔ باہم خرید و فروخت سے تجربہ اور اتفاق کو ترقی ہوتی ہے۔
تجارۃ سے دولت بڑھتی ہی۔ جب ملک میں تجارۃ کی گرم بازاری رہتی ہی وہ ملک
سرسبز مالا مال اور بارونق ہوتا ہی۔

(۲۰) سیر و سفر کے فوائد

جناب من تسلیم سفر سے بہت فائدہ۔ جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو سفر کی
تکلیفیں گھر کے آرام کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ جب دوسرے شہروں اور ملکوں
کے باشندوں سے ملتا ہے تو اُن کی طرز و روش کو دیکھکر اپنے اور اپنے اہل وطن
کے عادات و اخلاق اور عیب و صواب سے خبردار ہوتا ہے اور دوسروں کے
مقابلہ سے اپنے عیب و نقص عیاں ہوجاتے ہیں۔ تو اُن کے چھوڑنے کا عزم
بالجزم کرتا ہے اور نیک عادت ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ غرض کہ سفر سے ہر طرح
سے مزاج اصلاح پذیر ہوجاتا ہے اور بڑے بڑے تجربے حاصل ہوجاتے ہیں۔
چستی و چالاکی آجاتی ہے اور نئے نئے آدمیوں سے ملاقات ہوتی ہے جس سے
ہر طرح کا آرام و اطمینان ہوتا ہے۔ اور جس ملک یا جس شہر میں وہ گیا ہے۔ وہاں
کے باشندے اُس ہنر سے ناواقف ہوں تو وہ لوگ اُس سے فائدہ اُٹھائیں گے
اور نہایت اُس کی تعظیم و تکریم کریں گے اور جو ہنر اور علم اُن لوگوں میں ہیں اُنکو
حاصل کریگا۔ اور وطن میں آکر اپنے اہل وطن کو بھی بہرہ مند کرے گا۔ سفر آزمودہ
شخص کسی دغاباز اور فریبی کے دام میں نہیں آتا۔ سخن فہمی کا مادہ بخوبی ہوجاتا ہے
چال چلن اور دینی و دنیوی امور سے واقف ہوجاتا ہے۔ ہر طرح سے ناموری
حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر معاملہ میں فتحیابی اور کامرانی حاصل ہوتی ہے۔ بقول شخصے
السفر وسیلۃ الظفر۔ اور ظاہر ہے کہ سیاح جس جگہ جاوے گا۔ نئی نئی چیزیں اور
عجائب صنع الٰہی کا مشاہدہ کرے گا۔ اور گوناگوں جمادات اور رنگارنگ نباتات

اور نوع بنوع حیوانات کو نظر غور سے دیکھے گا۔ اور جو حکمتیں قدرۃ کاملہ نے رکھی ہیں اُن کو پہچانے گا۔ اور عالموں فاضلوں کی صحبت نصیب ہوگی تو فوائد علمی حاصل کرے گا۔ اور جو فنون دیکھیگا۔ اپنے یہاں بھی جاری کرے گا اور فوائد عام کو پہنچا دے گا۔ اور وہاں کے مشہور عمارات و مکانات و کارخانجات و پرستش گاہوں کو دیکھیگا۔ فرائض مذہبی ادا کرے گا۔ عاقبت سنبھالیگا۔ اور سیر و سفر سے وہ کدورۃ دُور ہو جاتی ہے جو گوشہ نشینی سے پیدا ہوتی ہے اور آب و ہوا کی تبدیلی سے صحت و تندرستی بنی رہتی ہے جب تک آدمی سفر نہیں کرتا پختہ کار نہیں ہوتا۔ سعدی صاحب علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

تا بہ دُکان خانہ در گروی ۔۔۔ ہرگز اے خام آدمی نشوی

(۲۱) وقت

عزیز میرے خوش رہو۔ وقت عجیب چیز ہے۔ دولت سے کہیں بیش قیمت سمجھا جاتا ہے۔ دولت ضائع ہو جانے پر پھر حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر جو وقت گزر گیا وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوئی نوجوان اپنی نوجوانی کو لڑکپن سے تبدیل نہیں کر سکتا اور کوئی ضعیف جوانی کو پھر سے نہیں بلا سکتا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ عمر کی ہر گھڑی کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ وقت کے صحیح استعمال سے ہم زندگی کے فرائض کو ادا کر سکتے ہیں۔ سب سے بہتر یہ بات ہے کہ صبح اُٹھتے یہ بات سوچیں کہ آج کیا کیا کام کرنے ہیں۔ کیونکہ خدا کے روبرو ہر وقت کا حساب دینا ہوگا۔ اس لیے کوئی لمحہ بیکار نہ کھونا چاہیئے۔ ہر گھڑی عمر سے ایک گھڑی

کم ہو جاتی ہے۔ پاس انفاس مدنظر رکھو اور شب روز یاد الٰہی میں مصروف رہو غرض کہ زندگی میں اپنے وقت کا پورا پورا لحاظ رکھو اور خدا کو حاضر و ناظر مان کر اپنے فرائض کو اس طرح سے ادا کرو کہ مرتے وقت افسوس نہ کرنا پڑے جس شخص نے شروع سے اپنے وقت کی قدر کی ہوگی اُس کی دینی حالت موجودہ میں کبھی ایسی تکلیف نہ ہوگی جس سے کہ اُس کو اپنے گزرے ہوئے وقت کا افسوس نہ کرنا پڑے۔ یہ بات سب پر روشن ہے کہ جتنی باتیں دنیا میں ہوگئیں یا ہوتی ہیں یا ہوں گی سب وقت سے تعلق رکھتی ہیں کسی چیز کا حاصل کرنا یا کسی کام کا انجام ہونا بلا وقت کے نہیں ہو سکتا۔ جو شخص وقت کی بے قدری کرتا ہے یعنی بیہودہ اور واہیات کاموں میں جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا فائدہ ہو برباد کر دیتا ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ انجام کار وقت گزشتہ پر پچھتاتا ہے اور افسوس کرتا ہے۔ یہ وہی وقت ہے جو مرتے وقت ایک منٹ سے زیادہ نہیں ملتا۔ اگرچہ ہزار کام باقی رہ گئے ہوں۔ ہزار خواہشیں مجبور کرتی ہوں کہ ایک منٹ مہلت مل جاوے۔ مگر وقت اپنا تھوڑا حصہ بھی نہیں دیتا اور دنیا کی تمام بادشاہت دینے پر بھی زندگی اُس کی ایک پل بھر نہیں بڑھ سکتی۔ آخر کار ہزاروں ادھورے چھوڑ کر انسان مرجاتا ہے اور اسی کا افسوس رہتا ہے۔ پس جب اسقدر بیش قیمت وقت ہے تو انسان کو چاہیے کہ اپنے اوقات کو نہایت عمدہ کاموں میں صرف کرے۔ تاکہ وقتِ مرگ افسوس نہ رہے۔ جو آدمی بیکار رہتے ہیں اُن کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے ہیں۔ طمع۔ حرص۔ ظلم۔ حق تلفی۔ نافرمانی کرتے ہیں اور یہ بڑا گناہ ہے۔ پس اگر آدمی آدمی بننا چاہے تو سب کاموں سے مقدم کام اُسکے

واسطے یہ ہی کہ اپنے وقت کا نگراں رہے۔ اور ایک لمحہ فضول نہ کھوے۔ کال کری سوآج کر۔ آج کرے سواب + سیمو بتیوجات ہی پھیر کرے گا کب۔ فقط

(۲۴) حرص

برخوردار نور چشم زاد عمرہٗ۔ حرص کے معنی لالچ کے ہیں یعنی خواہش کا حد سے زیادہ بڑھ جانا۔ ایک چیز کی خواہش ہوئی اور وہ پوری ہوئی۔ پھر اُس سے زیادہ کی خواہش ہوئی یا دوسری چیز کی خواہش ہوئی اور وہ پوری ہوئی۔ پھر اُس سے زیادہ کی خواہش ہوئی یا دوسری چیز کی خواہش ہوئی اور وہ بھی پوری ہوئی۔ اور پھر اسی طرح خواہش بڑھتی گئی اور ان کے حاصل ہونے پر صبر نہ ہونا لالچ کہلاتا ہی۔ جس میں یہ مرض ہوتا ہی اُس کو حریص کہتے ہیں۔ ایسا آدمی بے مروت اور بے رحم ہوتا ہی وہ ہمیشہ اپنی خواہشوں کا غلام رہتا ہی۔ اور لالچ میں ایسا اندھا بنجاتا ہی کہ انجام نہیں سوچتا۔ وہ اوروں کو مار کر یا تکلیف دیکر یا حق تلفی کر کے اپنا بھلا چاہتا ہی۔ ایسا آدمی دنیا میں عزت یا نیک نامی حاصل نہیں کر سکتا ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہی۔ اور کبھی خدا کا شکر ادا نہیں کرتا ہے دوسروں کی مدد بھی کم کرتا ہی اس لیے اُس کے دوست کم ہوتے ہیں اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ چوری اور بدنیتی بھی کرنے لگتا ہی۔ اس کا وقت ہمیشہ جھگڑے بکھیڑوں میں تلف ہوتا ہی۔ لالچ کی وجہ سے دوست دوستوں میں اور باپ بیٹوں میں فرق پڑجاتا ہی۔ اور لالچ کی وجہ سے خود بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوجاتا ہی۔ اور تکلیف اُٹھاتا ہی۔ یہ حکایتیں اس کے حسب حال ہیں۔ ایک شکاری

ایک تنگ مونھ والے برتن میں تھوڑی مٹھائی ڈال کر چپکے سے رکھ آیا۔ ایک بندر نے اُس کو دیکھا۔ پاس گیا اور برتن میں ہات ڈال کر مٹھائی نکالنی چاہی لیکن اب نکلے تو کیونکر نکلے نہ برتن کا مونھ کشادہ ہوسکتا ہی۔ نہ وہ بندر مٹھی ہی کھولتا ہی کہ مٹھائی سے دست بردار ہو۔ آخر شکاری نے اُس کو گرفتار کر لیا۔
دوسری حکایت یہ ہی کہ لالچ میں اپنی گرہ کا مال بھی جاتا رہتا ہی۔ جیسے ایک کتا مونھ میں روٹی کا ٹکڑا لے کر ایک ندی پار کو اُترا اُس کتے نے اپنی پرچھائیں پانی میں دیکھی تو اُس نے جانا کہ دوسرا کتا ہی۔ دوڑ کر اُس پر حملہ کیا اور جوں ہی اُس کے ٹکڑے پر مونھ مارا اپنا بھی ٹکڑا کھو دیا۔ اس واسطے انسان کو جو ملے اُس کو کام میں لانا چاہیے اور لالچ میں بیہوش سری نہ بنیا وے جس شخص میں یہ مرض نہیں اُس کا رتبہ فرشتے سے بھی بڑھ کر ہی۔

جس انساں کو سگِ دنیا نہ پایا   فرشتہ اُس کا ہم پایہ نہ پایا

(۲۳) اتفاق

کرم فرمائے بندہ سلامت۔ بعد شوق ملاقات آنکہ اتفاق کے معنی باہم میل ملاپ سے رہنا اور آپس میں پیار و محبت رکھنا۔ جن کا آپس میں ایسا برتاؤ ہوتا ہی اُن کو متفق کہتے ہیں۔ جو لوگ میل ملاپ کے ساتھ یک دل ہو کر کام کرتے ہیں اُن کے مشکل سے مشکل کام سہل ہو جاتے ہیں۔ فائدہ کثیر اُٹھاتے ہیں۔ باہمی اتفاق سے مصیبت دور ہوتی ہی۔ چین و آرام اور بے فکری ہات آتی ہی۔ دیکھو جب تک سوت کے تار جدا جدا رہتے ہیں آسانی سے ٹوٹ سکتے ہیں۔ جب کہ انھیں تاؤ دیں

کو ملا کر رسا بٹا ہوا ہوتا ہے۔ تو بڑے بڑے شہ زور ہاتھی اس کے بندھن میں آجاتے
ہیں۔ اور دم نہیں مار سکتے۔ اسی طرح سینک کہ ایک تنکے سے اگرچہ نہیں کچھ ہو سکتا
جب بہت سے تنکوں کو جمع کر کے بٹ لیتے ہیں اور بان لیتے ہیں تو اس سے
گھوڑا کھینچ سکتا ہے اور بڑے بڑے زور آور جانوروں کو باندھ سکتے ہیں۔ اسی طرح
پھونس۔ بانس۔ رسی کے ملاپ سے چھپر چھائے جاتے ہیں۔ اور لکڑی تختے
اور کیلوں کے ذریعہ سے چھت پاٹتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک سینک سے
ذرا سی بھی جگہ صاف نہیں ہوتی جب بہت سی سینکوں کا مٹھا ملا کر جھاڑو باندھ
لیتے ہیں۔ تو اس سے میدان کے میدان صاف ہو جاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس
جس قدر تعداد اشیا متفقہ کی ہوگی اسی قدر اس کا زور اور طاقت زیادہ ہوگی
اور مشکل سے مشکل کام پورا ہوگا۔ کسی بزرگ کا قول ہے ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را پراگندگی آرد انبوہ را

اسی طرح جو انسان باالاتفاق رہتے ہیں ان کے تمام کام بہت خوبی سے انجام
پاتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں میں بھی عزت پاتے ہیں۔ روزگار۔ تجارۃ۔
ہنر۔ علم وغیرہ میں ترقی کر سکتے ہیں۔ اور ہر ایک کام خاطر خواہ ہو سکتا ہے اور
بہت سے نقص رفع ہو سکتے ہیں۔ ملک اور قوم میں اتفاق ہی سے ترقی ہوتی
ہے۔ اور دولت بڑھتی ہے۔ ضعیف و ناتوان بھی اتفاق کے باعث ایک دشمن
قوی کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔ بقول سعدیؒ

پشہ چو پر شد بزند پیل را با ہمہ مردی و صلابت کہ اوست
مورچگاں را چو بود اتفاق شیر ژیاں را بدرانند پوست

طلبا کے باہمی اتفاق سے سبق یاد کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی ہم درد کا خیال ہوتا ہے پس سب کو بالاتفاق رہنا چاہیئے تاکہ ہر طرح سے بہبودی و بہتری ہو۔

(۲۴) نفاق

شفیق بندہ سلامت۔ نفاق کے معنی باہم مخالفت کرنا۔ ایک دوسرے سے عداوت و نفرت رکھنا۔ اس سے دشمنی بھی مراد ہے۔ یہ بہت بری عادت ہے اس میں سراسر نقصان ہے۔ جن شخصوں کے دلوں میں فرق پیدا ہو جاتا ہے ان کو منافق کہتے ہیں۔ آپس کے نفاق سے کوئی کام پورا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ دوسروں میں عزت پاتے ہیں۔ بے فائدہ عدالتوں میں خرچ ہوتا ہے۔ اور مقدمات کی پیروی میں روزگار وغیرہ سے ہات دھونا پڑتا ہے۔ اور صدہا آدمیوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے اور مفت میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اکثروں پر جرمانہ اور اکثروں کو قید ہو جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ باہمی نزاع سے دو چار آدمی بھی مارے جاتے ہیں اور دس پانچ یا سو پچاس زخمی بھی ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اُن کو مہینوں شفاخانوں میں رہنا پڑتا ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ زر کثیر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ہر قسم کی زیرباری ہوتی ہے۔ انجام کار پچھتاتے اور افسوس کرتے ہیں۔ روزگار۔ تجارت۔ ہنر پیشہ علم وغیرہ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ اور کوئی کام خاطر خواہ نہیں ہو سکتا۔ خیال کیجئے کہ جب دو انسان ایک مکان میں ساکن ہوں باہم اُن کے نفاق ہو تو سراسر ایک مصیبت میں گرفتار رہیں گے۔ چین اور آرام اور بے فکری حاصل نہ ہوگی اور

جیسے سوت کے ایک تار یا جھاڑو کی ایک سینک سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اسی طرح ایک آدمی کسی مشکل کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اور جب آپس میں توہین واہانت کریں اور نظر حقارت سے دیکھیں تو دوسروں میں کیونکر معزز ہو سکتے ہیں نفاق کی وجہ سے خاندان برباد ہو جاتا ہے بیٹا باپ کا بھائی بھائی کا دشمن ہو جاتا ہے۔ پانڈوں اور کوروں کا خاندان نفاق ہی کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ راون بھبھیکن کے نفاق سے تباہ ہوا۔ ہرناکش پہلاد کے نفاق سے مارا گیا۔ ہندو مسلمانوں کا بوجہ مذہبی نفاق کے راج جاتا رہا۔ ملازمین کے نفاق سے کام خراب ہوتا ہے اور ہر طرح کی بدانتظامی رہتی ہے۔ شاہ اور رعایا کے نفاق سے ملک کا امن و امان اٹھ جاتا ہے۔ ہر کار و بار میں رابی ہوتی ہے سلطنت کو استحکام نہیں رہتا۔ بادشاہوں کے باہمی نفاق سے بادشاہت ہات سے نکل جاتی ہے پرتھی راج اور جے چند ہندو راجاؤں کے آپس کے نفاق سے مسلمانوں کے بادشاہ محمد غوری نے ہندوستان کو فتح کرکے ہندوؤں کی سلطنت کو تباہ کیا غرضکہ نفاق سے کبھی چین نہیں ملتا۔ آپس میں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے نقصان کے درپے رہتا ہے۔ پس جب نفاق ایسی بری خصلت ہے اور ہر عقلمند اور دانشمند نے اس کی مذمت کی ہے اور ہر برائی کی بنیاد اور سب گناہوں کی اصل ہے۔ کسی کو دل میں نہ رکھنا چاہیئے ورنہ بہتری حاصل نہ ہوگی بقول شخصے

بسے جو دلوں میں برائی جہاں
بھلائی کا پاؤ گے کیونکر نشاں

(۲۵) صبح اُٹھنے کے فوائد

فرزندارجمند طول عمرہٗ میں نے سُنا ہی کہ تم صبح کو بہت دیر کر کے اُٹھتے ہو۔ یہ
عادت تمھاری خراب ہی۔ اس سے تمام دن بدن میں سُستی رہتی ہی۔ دماغ پریشان
رہتا ہی کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا اور اسی وجہ سے تم کو سبق یاد نہیں
ہوتا ہی۔ قوت ہاضمہ خراب ہوتی ہی۔ تندرستی میں فرق آتا ہی۔ چہرہ پر مُردنی سی
چھائی رہتی ہی۔ صبح اُٹھنے سے بہت فائدے ہیں۔ یہ بہت اچھا سُہانا وقت ہی
آنکھوں کو نور دل کو سرور جسم کو صحت دماغ کو فرحت عقل کو جودت فکر کو تیزی
طبیعت کو تازگی حاصل ہوتی ہی۔ سب قوتوں سے صبح کے وقت کی ہوا بہت
صاف ہوتی ہی۔ اُس وقت تازہ ہوا کھانا تندرستی کے لیے بہت مفید ہوتی ہی
صاحب لوگ علی الصباح ہواخوری کو جاتے ہیں جس سے اُن کی تندرستی اچھی
بنی رہتی ہی۔ صبح اُٹھنے سے جو علم کے شائق ہیں وہ تین گھنٹے مزے سے اطمینان
کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ اُس وقت کا یاد کیا ہوا دیرپا ہوتا ہی۔ تمام دن طبیعت
پھرتیلی اور خوش رہتی ہی اور محنت کرنے سے نہیں گھبراتی۔ اور صبح کا وقت
یاد الٰہی میں عبادت کے واسطے بہت اچھا ہی۔ اس وقت کی عبادت اور دعا
درجہ اجابت پاتی ہی۔ بعد میں تو روزانہ معمولی کام کے جھگڑے شروع ہو جاتے
ہیں۔ ہر شخص دن بھر روٹی کمانے کی فکر اور تردد میں پھنسا رہتا ہی۔ ایسا
اطمینانی وقت پھر نہیں ملتا اور صبح کے سفر سے طبیعت پریشان نہیں ہوتی۔ اور
منزل سفر ہلکی ہو جاتی ہی۔ اس میں دونوں طرح کا فائدہ ہی۔ ہواخوری کی ہواخوری

اور سفر کا سفر چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ اور صبح کے وقت نہانا بھی
تندرستی کے واسطے نہایت ہی مفید ہے۔ اور ورزش کے واسطے بھی بہت مناسب
ہے۔ کیونکہ تازہ ہوا سانس کے ساتھ اندر جاتی ہے اور خراب ہوا باہر نکلتی ہے۔ دل
و دماغ راحت پاتا ہے۔ حافظہ کو قوت ہوتی ہے۔ یاد داشت اچھی رہتی ہے۔ میں امید
کرتا ہوں کہ تم بہت صبح اُٹھا کرو گے اور اس سستی کے دھبہ کو دور کرو گے۔
اور سب سے بہتر سبق یاد کر کے اُستاد کو خوش کیا کرو گے اور فوائد مذکورہ پر خیال
کر کے سحر خیزی کے عادی ہو گے۔

(۲۶) کفایت شعاری

برادر عزیز زاد عمرہٗ۔ بعد دعا کے معلوم ہو کہ کفایت شعاری فضول اخراجات
میں کمی کرنا۔ ضرورتوں کو مختصر کرنا کہلاتی ہے۔ اور جو اخراجات میں تخفیف کرتا
ہے اُس کو کفایت شعار کہتے ہیں۔ کفایت شعار دُور اندیش ہوتا ہے۔ وہ آمد و خرچ
کو اپنی نظر میں رکھتا ہے۔ آگے پیچھے دونوں طرف دیکھتا ہے۔ بے ضرورت خرچ
کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے۔ آمدنی کم ہوتی ہے تو ضرورتوں کو مختصر کر دیتا ہے اور
حتی الامکان کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا ہے تاکہ آڑے وقت یعنی بیکاری۔ بیماری
قحط۔ اور اتفاقی ضرورت کے وقت کام آوے۔ وہ موقع پر دوسروں کی دستگیری
کرتا ہے۔ اپنے روپیہ کو اُن کاموں پر صرف کرتا ہے جس سے اُس کی اور اُس کے
متعلقین کی حاجت روائی ہو اور آرام پہنچے۔ وہ ہر بُرے کام سے محفوظ رہتا
ہے۔ اور کبھی مفلسی میں نہیں پھنستا ہے۔ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھتا ہے۔ بے جا خرچ

کبھی نہیں کرتا۔ کوئی چیز کیسی ہی ارزاں ہو بلا ضرورت ہرگز نہیں خریدتا جو خرچ محض شیخی جتانے اور فخر کی غرض سے کیے جاتے ہیں اُن سے باز رہتا ہے۔ غریب آدمی جو کفایت شعاری کے طریقے پر چلتے ہیں اور اپنی آمدنی میں سے کچھ پس انداز کرتے ہیں۔ تو ایک دو نسلوں کے بعد اُن کی اولاد اچھی خاصی دولتمند بنجاتی ہے۔ غرض کہ کفایت سے بہتر اس جہان میں کوئی چیز اچھی نہیں کیسی ہی آمدنی کسی شخص کی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ کفایت کے ساتھ زندگی بسر کرے تو یقین ہے کہ اُس کے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی رہیگی اور کبھی کسیکا محتاج نہ ہوگا۔

(۲۷) فضول خرچی

برخوردار نور الابصار طال اللہ عمرہٗ۔ فضول خرچی کے معنی ضرورت سے زیادہ اور فضول اخراجات میں خرچ کرنا ہے۔ جو شخص اگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتا اور آمد کی خبر رکھتا ہے نہ خرچ کی۔ ضروری اور فضول کاموں میں کچھ تمیز نہیں کرتا صرف موجودہ حالت کو دیکھتا ہے۔ ہوا و ہوس کے پورا کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ اور تماش بینی عیش و عشرت میں مبتلا رہتا ہے۔ اتفاقی ضرورتوں کے واسطے کچھ پس انداز نہیں کرتا۔ ایسے لوگ فضول خرچ یا مسرف کہلاتے ہیں۔ اپنی دولت کو واہیات اور غیر ضروری کاموں میں برباد کر دیتے ہیں۔ آمد و خرچ کا کچھ حساب نہیں رکھتے ہیں اور نہ بیجا خرچ کا خیال ہوتا ہے۔ بلا ضرورت کی چیزیں خرید لیتے ہیں شیخی میں آکر فخر سمجھ کر نمود کے واسطے خرچ کر ڈالتے ہیں جب کچھ پاس نہیں رہتا تو قرض لیکر یا قرض کے بطور چیزیں خریدتے ہیں۔ مکان۔ گاؤں وغیرہ کے نیلام

کی نوبت پہنچتی ہی۔ مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور مفلس و تہیدست و محتاج ہو کر گداگری یا بدمعاشی کرنے لگتے ہیں جس سے خاندان میں دھبہ لگتا ہی اور ماں باپ کی بدنامی ہوتی ہی۔ ایسا آدمی نیک نامی اور عزت حاصل نہیں کرسکتا یہ خراب عادت اُس کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھتی ہی۔ دوست آشنا سب نفرت کرنے لگتے ہیں۔ زندگی میں لطف نہیں آتا ہی۔ شعر

لٹا کے دولت کو اپنی مسرف ہوئے ہیں کیا کیا ذلیل احمق
کہ جیسے بے بال و پر کی چڑیا اسیر ہو گوشہ قفس میں

(۲۸) بُخل

برادرِ بچاں برابر سلمہ۔ بخل کے معنی کنجوسی اور تنگ دلی کے ہیں یعنی ضروری اور مناسب کاموں میں روپیہ صرف کرنے سے دریغ کرنا۔ جس میں یہ خصلت بُری ہی اُس کو بخیل کہتے ہیں۔ بخیل زر پرست ہوتا ہی۔ اپنے اور اپنے متعلقین و مستحقین کی ضروریات رفع کرنے میں دریغ کرتا ہی۔ یعنی نہ خود فائدہ اُٹھاتا ہی۔ نہ دوسروں کو فائدہ اُٹھانے دیتا ہی۔ اگر کوئی آدمی اُس کے سامنے کسی کو کچھ مال دینا چاہے تو اُس کو بہت کچھ ناگوار گزرتا ہی۔ ایسا آدمی ہمیشہ دنیا میں ذلیل و خوار رہتا ہی ایسے آدمی کی صحبت سے ندامت اور نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نہ وہ مصیبت زدوں اور محتاجوں اور مستحقوں کی مدد کرتا ہی۔ اور نہ عزیزوں کی غمخواری اور نہ بیماروں کی تیمارداری کا خیال کرتا ہی۔ اور نہ یتیموں کی خبرگیری۔ اور نہ تنگدستوں کی دستگیری کرتا ہی۔ اور نہ مفلس بھائیوں کی امدادرسی کرتا ہی

اور نہ اپاہجوں اور نہ فقیروں کو خیرات کرتا ہی۔ ایسا آدمی مال و دولت کا مزا نہیں اٹھا سکتا۔ اُس کو پرلوک میں کچھ نہیں مل سکتا ہی۔ قارون بوجہ بخیلی کے بدنام ہوا۔ اور اکثر ایسے موقع اور محل پر اُسی کے نام سے مطعون ہوتا ہی۔ بخل سے بدتر دنیا میں کوئی عیب نہیں ہی۔ اگرچہ تمام ہنر سے آدمی بھرا ہو۔ لیکن جو وہ بخیل ہوگا تو اُس کے سب ہنر خاک میں مل جائیں گے۔ بخیل آدمی سانپ کی طرح اپنے خزانہ پر بیٹھا رہتا ہی۔ اگر کوئی کار خیر جیسے ہسپتال۔ محتاج خانہ۔ اسکول۔ بھانا۔ پُل وغیرہ ایسے اچھے کام میں خرچ کرنے کے واسطے کہے تو اُس کی جان ہی تو نکل جاتی ہی۔ سانس تک بھی نہیں آتی۔ ایسے آدمی سے دوست آشنا نفرت کرتے ہیں۔ اُس کا کوئی دوست نہیں ہوتا اور بوقت مرگ اپنی دولت کا سخت افسوس ہوتا ہی اور عدم ادائے فرائض کا رنج ہوتا ہی۔ پس ہر ایک کی حاجت روائی سعادت دارین ہی۔

(۲۹) سخاوت

مصدر اشفاق زاد عنایتہ۔ بعد نیاز آنکہ۔ سخاوت کے معنی مخلوقات سے اعلیٰ درجہ کی خیر خواہی کرنا یعنی محتاجوں اور مستحقوں کی روپئے پیسے وغیرہ سے مدد کرنا۔ غمزدوں کی غمخواری اور بیماروں کی تیمارداری اور یتیموں کی پرورش کرنا۔ مال و دولت سے فائدہ اٹھانا۔ واجبی طور پر کھانے پہننے میں صرف کرنا دوسروں کو مناسب طور پر دینا۔ اپنے علم و ہنر سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا یعنی اُن کو سکھانا پڑھانا۔ غرض کہ ہر طرح سے تکلیف کو رفع کرنا ہی۔ اسی سبب سے ہر مذہب والوں نے سخاوت کو سب نیکیوں پر ترجیح دی ہی۔ جو دوسروں

کی تکلیف دور کرنے میں بدل وجان کوشش کرتا ہے۔ اور بیگانوں بیگانوں کے ساتھ بے غرضانہ مدد کرتا ہے وہ سخی کہلاتا ہے۔ سخاوت سے طبیعت میں امن وریاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ خداشناسی کا خیال ہوتا ہے۔ بیماریاں اور سختیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ غرض کہ سخاوت کی بدولت ہر قسم کے خطرات و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا دوست ہوتا ہے۔ بہشت میں بہتر درجہ پاتا ہے۔ کار دشوار آسان ہوتا ہے۔ حاتم سخاوت کی بدولت ہر آفات و بلیات سے محفوظ رہا۔ اس نے دوسروں کی خاطر اپنی جان دینے میں بھی تامل نہیں کیا۔ بڑی عزت اور ناموری حاصل کی جس کی وجہ سے نیکی کے ساتھ اُس کا نام زندہ ہے۔ سخاوت حفاظت جان انسان کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ملک یمن میں ایک بادشاہ عالیجاہ سخاوت دوست تھا اور اُس کو سخاوت کرنے کا شوق از حد تھا۔ چنانچہ اکثر مجلسیں منعقد کرتا اور خلق اللہ کو اُس میں بلواتا۔ اُن کے ساتھ لطف سے پیش آتا اس قدر زر و جواہر انعام فرماتا۔ کہ ابر نیساں گہر افشانی میں شرماتا۔ اُس بادشاہ کے عہد میں حاتم نامی بھی بڑا سخی تھا۔ ایک روز کسی ہمنشین نے بادشاہ کے سامنے حاتم کی سخاوت کا تذکرہ کیا اور نام حاتم کا سخاوت کے ساتھ لیا۔ بادشاہ سُن کے نہایت رنجیدہ ہوا اور حکم ہوا کہ سر کاٹ لاؤ۔ چنانچہ ایک سپاہی مردانہ وار مع چند آدمیوں کے حاتم کے مکان پر یمن میں پہنچا۔ حاتم نے اُنکی بہت تعظیم کی اور پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اور کس جگہ کا قصد رکھتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ حاتم کا سر بادشاہ یمن نے منگوایا ہے۔ آپ کا سر کاٹ لیجائیں گے اور بادشاہ

کے حضور سے انعام پائیں گے۔ حاتم نے اُن کو بے شمار زر و جواہر دیا اور اپنا سر جھکا دیا اور کہا کہ سر کاٹ لیجاؤ حاضر ہی اُن لوگوں نے حاتم کی یہ سخاوت اور جوانمردی دیکھ کر بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ متعجب ہوا اور حاتم کی سخاوت کا قائل ہوا۔ پس سخاوت کا یہ نتیجہ ہی۔ جو اقبال مند ہیں اُن میں یہ وصف ہوتا ہی۔ چنانچہ قول مشہور ہی۔ سعدی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہی۔ شعر

سخاوت بود کار صاحبدلاں　　سخاوت بود پیشۂ مقبلاں

پس جن کو خدا نے توفیق دی ہی۔ اگر اُن کے پاس کوئی حاجتمند آوے تو اُس کو مہمان جان کر اُن کی خاطر جو کچھ بھی میسر ہو یعنی روٹی پانی سے کریں۔ اور جو قوم مستحق۔ اپاہج۔ لنگڑا۔ اندھا۔ اور معذور تنظر آوے تھوڑا بہت جو کچھ ہو سکے اُسے دینا چاہیئے۔ ہندوں میں مہاراجہ کرن کی نسبت لکھا ہی کہ وہ ہر روز سوا من سونا خیرات کیا کرتا تھا۔

(۳۰) کاہلی

عزیز القدر طول عمرہٗ۔ دعا سے حصول سعادت مندی کے بعد معلوم ہو۔ وقت پر کام نہ کرنا۔ لنگڑے۔ لولے۔ اپاہجوں کی طرح پڑے رہنا۔ کاہلی یا سستی کہلاتی ہی۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہی اُس کو کاہل کہتے ہیں۔ کاہل آدمی کبھی وقت پر کام نہیں کرتا اور نہ کبھی وقت پر اُٹھتا ہی۔ ہمیشہ بیماروں کی طرح پڑا رہتا ہی اُس کو محنت آفت معلوم ہوتی ہی۔ اور اکثر یوں خیال کرتا رہتا ہی کہ ابھی وقت بہت ہی ذرا ٹھہر کر کام شروع کریں گے۔ اسی سوچ بچار میں کام کا وقت

نکل جاتا ہی۔ کام پڑا رہتا ہی۔ یہ دوسرے وقت پر کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہی۔ لیکن دوسرے وقت کو بھی اسی طرح سے گزار دیتا ہی۔ اور کہتا ہی کہ کیا کریں وقت ہی نہیں ملا۔ غرض کہ اُس سے کوئی کام انجام نہیں پا سکتا۔ اگر کاہلی سے ذوقت تنگ کرکے کچھ کیا ہی تو ناقص اور ادھورا ناتمام رہتا ہے۔ ایسا آدمی عزت یا نیک نامی حاصل نہیں کرسکتا یہ خراب عادت اُس کو ہمیشہ ذلیل و خوار کرتی ہے آدمی کو دائرہ انسانیت سے خارج کردیتی ہے کاہل خواستگار راحت رہتا ہی اور راحت بے محنت کے ممکن نہیں ہی۔ کاہلی خوشی کی جانی دشمن ہی تمام خوشیاں خاک میں ملا دیتی ہی۔ کاہلی میں انمول وقت ایسے بیہودہ کاموں میں گنوا دیا جاتا ہی کہ جس سے دین و دنیا کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں نے ناحق اس جہان میں پیدا ہوکر زمین کی پشت کا بوجھ بڑھایا ہی۔ ہمیشہ بے دست و پا کی مانند رہتے ہیں۔ جب خرچ کی ضرورت پڑتی ہی اور فاقہ کی نوبت آتی ہی تو دوست آشناؤں اور رشتہ داروں کو جا کر ستاتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں۔ بلکہ بعضے چوری اور جوا بھی عیب نہیں سمجھتے۔ اور بعضے لوگ صاف بیغیرتی بن کر کھلے خزانے بھیک مانگنے لگتے ہیں۔ ایسے آدمی نہ تو اس دنیا میں سرخروئی حاصل کریں گے نہ اُس جہان میں بہشت پاویں گے۔ پس اگر انسان لائق بننا چاہیے تو اپنے آپ کو کاہلی کی خراب عادت سے بچاوے۔ فقط۔

(۱۳) سچ کے بیان میں

فرزند سعادتمند نورِ بصر لخت جگر درازی عمر تمھاری۔ بعد دعا کے معلوم

ہو۔ جو بات جس طرح دیکھی یا سُنی یا کی ہو۔ یا جیسی دل میں ہو اُس کو اُسی طرح
جوں کی توں کہنا جان بوجھ کر اُس میں کچھ ردوبدل اور کمی بیشی نہ کرنا اور اَن ہوئی
بات کا اپنی طرف سے بنا کر نہ کہنا سچ بولنا کہلاتا ہی۔ سچ بولنا یا صدق و راستی
ایسی خصلت ہی کہ اس کے سبب سے ہمیشہ انسان ہر ایک مجلس میں اور ہر جگہہ
معزز و ممتاز ہوتا ہی جس پیشہ ور میں یہ وصف ہو اُس کا پیشہ ہمیشہ رونق پاتا ہی
دیکھو سچی دُکانیں کیسی چلتی ہیں۔ سچ سے آدمی کا اعتبار ہوتا ہی اور نیک سمجھا
جاتا ہی۔ سچ امیروں اور بہادروں کا ہتھیار ہی۔ بڈھوں کی شان و شوکت غریبوں
کا عز و وقار عورتوں کا فخر اور بچوں کا باعث اعتبار ہی۔ اور طلبہ کی ترقی کا ذریعہ
اور پیشہ وروں کے روزگار کا وسیلہ ہی۔ شعر

سچ ہی سارے معاملوں کی جان — سچ سے ہوتا ہی دل کو اطمینان
سچ ہی دنیا میں نیکیوں کی جڑ — سچ نہ ہو تو جہان جائے اُجڑ

جب کوئی شخص تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہی تو وہ اُمید قوی اور
اعتماد کلی رکھتا ہی کہ جس طرح وہ بات ہوئی ہی اُس سے ویسی ہی کہو گے۔ اب اگر
اُس میں کچھ کمی و بیشی کرو تو بہت ہی بُرا ہی۔ دیکھو اُس نے تمھارے اوپر بھروسہ
کیا اور تم اُس کے خلاف کرتے ہو۔ یہ بات نہایت معیوب ہی اور اگر تم پر کوئی
بھروسہ رکھے اور اُس کو تم نا امید کرو تو اچھا نہیں خیال کرنا چاہیے کہ نا امیدی
کیسی رنج اور دُکھ دینے والی چیز ہی۔ فی الحقیقۃ دنیا میں نا امیدی سے بُری اور
کوئی چیز نہیں ہی۔ دنیا کا سلسلہ سچائی کے سبب قائم ہی۔ سچائی کی ہر مذہب
میں ہدایت اور تاکید ہی۔ راجہ یدھشٹر کا قول ہی۔ سچ سے بہتر کوئی دھرم (فرض)

نہیں اگر ترازو کے ایک پلڑے میں سچائی اور دوسرے پلڑے میں اور سارے
نیک فعال رکھے جائیں تو سچائی کا پلڑا بھاری ہوگا۔
رامائن میں لکھا ہے کہ سچ کے سبب راجہ اپنے راج کو سلامت رکھتا ہے
اُس کو بہشت (سُرگ) میں بہت بڑا درجہ ملتا ہے۔ جو آدمی سچ سے پہلوتہی کرتا ہے
اُس سے لوگ دل سے بھاگتے ہیں۔ سچ ہی عدالت اور انصاف کی اصل ہے
اور سچ ہی زمین کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ہمارے گھروں کو امن وامان سے رکھتا ہے
راستی سے ہٹنا آدمی کو مصیبتوں اور آفتوں میں پھنساتا ہے۔ سچے آدمی کی شان و
شوکت ہر روز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور اُس کا حال اُس لَو کا سا ہوتا ہے جو بتی میں
تیل پہنچانے سے نکلتی ہے۔
مہابھارت میں لکھا ہے کہ سارے وید دوں کو یاد کرنا اور بڑے تیرتھوں میں
اشنان کرنا زندگی کے ایک دن کے سچ بولنے کے برابر بھی شاید ہی ہو سکے۔
راجہ ہشتر کا قول ہے کہ سچ کی وجہ سے جس تعظیم و تکریم سے نام لیا جاتا ہے وہ کسی کو
نصیب نہیں۔ پہلے زمانہ میں سچ کی بڑی پابندی تھی۔ اسی وجہ سے ہر قسم کی رنج
و سماوی سے محفوظ رہتے تھے۔ اس وقت میں راستی کی پہلوتہی سے صدہا
آفتیں اور مصیبتیں گھیرے رہتی ہیں۔
جہالت کا اندھیرا ست کی روشنی سے دور ہو جاتا ہے۔ موت اور زندگی میں ہمیں
ست ہی سے تقویت ملتی ہے۔ صرف ست ہی جہالت کی برائیوں پر فتح پا سکتا ہے
ہر ایک چیز ناپائدار ہے کسی کو قیام نہیں۔ دنیوی شان و شوکت پھول کی طرح ہے
جو صبح کے وقت پورے طور سے کھلا رہتا ہے اور دوپہر کی گرمی مرجھا جاتا ہے۔ دنیا

تغیر و تبدل سے معمور ہے۔ ست ہی من کا ایک لازوال حصہ ہے۔ ست ہی سب سے
بڑی دولت ہے۔ ست کی زندگی بڑی خوش حال زندگی ہے۔ اپنے من کو ست میں
قائم رکھو۔ ست انسان کی طرف سے رہنمائی کرتا ہے۔ صرف وہی انسان جو سچائی
کو عزیز سمجھتا ہے وہی سب سے اعلےٰ برکت حاصل کرے گا۔ اور لازوال ابدی
وجود ہو جاوے گا۔ مبارک ہے وہ جو نفسانی خوشی کے لیے نہیں جیتا اور ست
میں محو ہو گیا ہے۔

سچ برابر آپ نہیں اور جھوٹ برابر پاپ　　جا کے ہردے سانچ ہے تا کے ہردے آپ

سچ بولنے والے کو کبھی کچھ کھٹکا نہیں ہے۔

راستی سیدھی سڑک ہے جس میں کچھ کھٹکا نہیں　　کوئی رہرو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں

راستی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

رشتہ کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا　　ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

خدا کی ذات راست ہے اور راستی ہی کو دوست رکھتا ہے بقول سعدی صاحب

راستی موجب رضائے خداست　　کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

افلاطون کا قول ہے جو آدمی اپنی زندگی عمدہ طور سے بسر کرنا چاہیے وہ اپنے تئیں
سچائی کی عادت ڈالے۔ کیونکہ اس کے سبب سے وہ رنج اور دکھ سے بچ سکتا
ہے۔ اصل سچائی وہ سچائی ہے کہ ہمارے مونھ کے لفظ بھی سچے ہوں۔ اور ان کے
ساتھ ہمارے دل کے خیال بھی سچے ہوں۔ یعنی جو امر حقیقت میں ٹھیک ہو اسے
ٹھیک ہی بیان کیا جاوے اور دل میں بھی اس کے ٹھیک ہونے کا یقین ہو
حضرت یوسف نے جو صدیق کا لقب حاصل کیا تو اس کا باعث یہی تھا کہ وہ

سچ بولتے تھے۔ اہل اسلام میں بھی راستی کی بڑی ہدایت ہو۔
چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب جن کو مسلمان پیر دستگیر اور پیران پیر کہتے ہیں۔ اپنے لڑکپن کی ایک حکایت سے لوگوں کو سچ بولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کہ جب اُنھوں نے اپنی والدہ سے تحصیل علم کے لیے بغداد جانے کی اجازت مانگی۔ تو وہ مادری محبت کی وجہ سے رونے لگیں اور چالیس دینار اُن کی گدڑی میں حفاظت کے خیال سے سی دیئے۔ کہ رستہ میں گر نہ پڑیں اور رخصت کے وقت نصیحت کی کہ اے بیٹا خبردار کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ حضرت نے وہ گدڑی پہن لی اور ماں کی نصیحت گرہ میں باندھی۔ اور ایک قافلہ کے ساتھ گیلان سے بغداد کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں قافلہ پر لٹیرے آپڑے اور سارے قافلہ کو لوٹ لیا۔ ایک لٹیرے نے ان سے پوچھا کہ ارے لڑکے تیرے پاس کیا ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ میری گدڑی میں چالیس دینار ہیں۔ اُس نے ان کی بات کو ہنسی سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے لٹیرے نے ان کو آن پکڑا اور وہی سوال کیا اُنھوں نے اُس کو بھی وہی جواب دیا اُسے بھی اعتبار نہ آیا جب وہ لٹیرے لوٹ کا مال بانٹنے کے واسطے اپنے سردار کے پاس آئے تو وہ شیخ صاحب کو بھی سامنے لائے۔ سردار نے وہی سوال ان سے کیا۔ انھوں نے اُس کو بھی وہی جواب دیا کہ میری گدڑی میں چالیس دینار ہیں۔ رہزنوں کے سردار نے گدڑی اُتروا کر جو اُدھڑوائی تو اُس میں سچ مچ چالیس دینار نکلے۔ سردار نے حیران ہو کر اُن سے پوچھا کہ اے لڑکے جس چیز کو تو نے اتنی حفاظت سے چھپایا۔ ہمارے سامنے اُس کے ظاہر کرنے میں کچھ بھی تامل نہیں کیا۔ اس کا

کیا سبب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے اپنی ماں سے سچ بولنے کا وعدہ
کرلیا ہے۔ تو پھر جھوٹ کیوں بولوں۔ یہ سُنکر سردار نے گردن نیچی کرلی اور لڑکے
کو شاباشی دیکر مع دینار چھوڑ دیا۔ اور یہ خیال کرکے کہ اس خرد سال بچے
نے اپنی ماں کا کہنا مان کر جھوٹی بات مونھ سے نہ نکالی اور میں اس ضعیفی میں
قزاقوں کا سردار بنا ہوا ہوں۔ اور خدا کا کہنا نہیں مانتا۔ اپنے بُرے کاموں
سے توبہ کی اور قافلہ کا مال واپس کردیا۔

نقل ہے کہ حجاج نامی ایک ظالم بادشاہ ایک قافلہ کو قتل کروا رہا تھا۔
اُس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ مجھے نہ مارو کیونکہ میرا تم پر حق ہے۔ حجاج نے
پوچھا کہ تیرا کیا حق ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک آدمی آپ کی غیبت کر رہا تھا۔ میں نے
اُس کو منع کیا تھا۔ اس پر ایک دوسرے قیدی کو گواہ پیش کیا۔ جب اُس قیدی نے
گواہی دی تو حجاج نے گواہ سے پوچھا کہ تم نے کیوں میری غیبت کرنے والے
کو سرزنش نہ کی۔ اُس نے کہا۔ مجھے اُس وقت آپ کی نسبت اچھا خیال نہ تھا۔
بلکہ میں آپ کو دشمن جانتا تھا۔ حجاج نے کہا ان دونوں کو معاف کردو۔ پہلے کا
تو حق میرے ذمہ ضرور ہے۔ اور دوسرا سچ بولا ہے۔ اس واسطے دونوں معافی
کے لائق ہیں۔ دیکھو سچ نے ظالم کے دل میں بھی اثر کیا۔ پس اے عزیزو تم بھی
سچ بولنے میں ایسے ہی بہادر بنو۔ اور جو مصیبت تمھیں سچ بولنے سے خیال میں
گزرے اُس سے ہرگز نہ ڈرو اور سچی بات بے خطر کہدو ؎

سچ کہوگے تو دل رہیگا صاف ۔۔۔ سچ سے ہو جائیں گے قصور معاف
سچ سے زنہار درگزر نہ کرو ۔۔۔ دل میں کچھ خوف اور خطر نہ کرو

سچ کہوگے تو تم رہوگے دلیر   جیسے ڈرتا نہیں دلاور شیر

(۳۲) صبر کے بیان میں

مجمع الطاف بیکراں زاد عنایتہ۔ مزاج مبارک۔ موجودہ حالت پر راضی رہنا خواہشوں کا محدود کرنا۔ تھوڑے پر خوش رہنا۔ اور فضول حاجتوں سے آزادی حاصل کرنا۔ اور تکلیف اور سختیوں کا سہارنا صبر کہلاتا ہی۔ جس آدمی میں یہ وصف ہو اُسے صابر کہتے ہیں۔ صبر سے خوشی اطمینان۔ رضامندی اور امن وامان حاصل ہوتا ہی۔ اور شکرگزاری پیدا ہوتی ہی۔ جو آدمی عادتوں کے تیر کی ڈھال ہوتا ہے اُس کی امید کا تیر جلدی نشانے پر بیٹھتا ہی اور وہ ضرور کامیابی حاصل کرتا ہی صبر کرنے والے کا خدا ساتھی ہی۔ اور ہر مصیبت میں خدا ہی مددگار رہتا ہے۔ آدمی کا دل ہر وقت خوشی سے لبریز رہتا ہی۔ جیسے غذا سے جسم کو تقویت ہوتی ہی ایسے ہی روح کو صبر سے جس کو صبر نہیں خواہ اُس کے پاس سکندر اعظم جیسا ملک ہو۔ پھر بھی وہ خوش نہیں رہتا۔ جس نے صبر کیا اُس نے عزت حاصل کی صبر بنا دولت کے آدمی کو مالامال اور بے پرواہ بنا دیتا ہی کسی سے حاجت روائی کا خواستگار نہیں ہوتا جس نے صبر کے دامن کو چھوڑا۔ اندوختہ سرمایہ دین و دنیا کو رائگاں کیا

خدا را ندانست وطاعت نکرد   کہ بر بخت روزی قناعت نکرد

صبر دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہی۔ اول انسان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اُس کے پاس جو اسباب ہی اُس میں ضرورت سے کتنا زیادہ ہی۔ دوسرے یہ کہ آدمی سوچے کہ میری خوشی اصلی خوشی سے کس قدر زیادہ ہی۔ جو لوگ اچھے آرام میں ہیں

اور وہ اپنے کو مصیبت میں پھنسا ہوا سمجھتے ہیں۔ اُن کو اپنی حالت کا کسی ایسے
شخص کی حالت سے مقابلہ کرنا چاہیے جو اُن سے زیادہ تر بدنصیبی میں گرفتار ہو۔
دنیا کی مصیبتوں پر رونا پیٹنا نہیں چاہیے۔ بلکہ صبر اختیار کر کے گیند کی طرح بنجانا
چاہیے اور جس طرف خدا کے حکم کا بلا (چوگان) لڑھکائے اُسی طرف لڑھک جانا
چاہیے۔ صبر خوشی کی جڑ ہے اور بے صبری مصیبت کی جڑ ہے۔ جس کو صبر ہے اُس کے
پاس سب طرح کی دولت ہے۔ صابر آدمی کی اگر محنت بھی ضائع ہو جاوے یا
اُس پر کوئی آفت آن پڑے تب بھی اُس کو ناگوار نہیں گذرتا۔ بلکہ اگر اُس کام
کا کچھ پھل بھی نہ ملے تو بھی وہ صبر سے ہاتھ نہیں اُٹھاتا اور محنت میں مصروف
رہتا ہے۔ صبر کو ہر مذہب میں اچھا کہا ہے

مہاتما شنکر اچاریہ فرماتے ہیں کہ معرفت کے بڑے بڑے ذریعوں سے
صبر بھی ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے۔

نیتی شاستروں میں لکھا ہے کہ صبر کی تھیلی جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور
جن کا مال اِس آب حیات سے سیر ہے۔ اُن کو جو آرام ہے۔ وہ دولت کے لالچی
اور ادھر اُدھر کے بھٹکنے والوں کو ہرگز نصیب نہیں۔

اہل اسلام میں حضرت ایوب کو صابر کا لقب دیا گیا ہے۔ اُن کی نسبت
یہاں تک مشہور کرتے ہیں کہ اُن کے بیٹے مر گئے۔ مکان گر گئے۔ بدن میں زخم اور
زخم میں کیڑے پڑ گئے۔ لیکن اُنھوں نے اُف نہ کی۔ بلکہ اِس حالت میں بھی خدا کا شکر
بجا لاتے رہے کہ مصیبت میں گرفتار ہوں گا تو ان میں نہیں جو ذرا سی مصیبت
سے دنیا میں بہت گھبرا اٹھتے ہیں۔ پس انسان کو چاہیے کہ ہر مشکل میں صبر

اختیار کرے اور ہر حالت میں مستقل مزاج رہے کامرانی اور مقصد دری حاصل ہوگی
اگر صبر سے تم سہو گے گزند   تو کہلاؤ گے ایک دن فتحمند

(۳۴) قماربازی

حضرت سلامت۔ میں نے سُنا ہی کہ آپ کو قماربازی سے زیادہ رغبت ہی۔ کمال افسوس ہی۔ یہ عادۃ بہت بُری ہی۔ جب اس کی لت پڑجاتی ہی۔ عمر بھر نہیں چھوٹتی۔ جواری گھر کی کوئی چیز نہیں چھوڑتا۔ جوروتک داؤ پر لگا کر ہار جاتا ہی اور جس وقت جیت ہوئی روپیہ پیسہ بدکاریوں اور فضول خرچیوں میں اُڑا یا جب ہار ہوئی تو محتاج ہو گئے فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی ہی۔ اور رشتہ داروں دوست آشناؤں کو جا کرستاتا ہی۔ جب کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو چوری کی نوبت آتی ہی۔ پکڑا جاتا ہی۔ قید خانے میں بھیجا جاتا ہی۔ سزا پاتا ہی۔ عزت آبرو جاتی ہی۔ غرض کہ ہر طرح تباہ و برباد ہو جاتا ہی۔ پانڈوں اور کوروں کا خاندان جوے کی وجہ سے غارت ہو گیا۔ اس کا قصّہ یوں مشہور ہی کہ

دھرت راشٹر اور پنڈ دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی نابینائی کی وجہ سے محروم رہا اور چھوٹا بھائی پنڈ سریرآرائے سلطنت ہوا۔ دھرت راشٹر کے ایک سو ایک بیٹے ہوئے جن میں بڑا جُرجودھن تھا اور یہ گروہ کوروں کہلاتا تھا۔ پنڈ کے پانچ فرزند تھے۔ جدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو اور یہ پانچوں پانڈوں کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دھرت راشٹر نے نصف سلطنت بھتیجوں کو دیدی۔ شہراندرپرست دارالحکومت قرار پایا۔ اور بڑا بھائی جدھشٹر مسند ریاست پر بیٹھا۔

جرُجودھن نے حسد کے مارے جدھشٹر کو ہستنا پور میں بلا کر قمار بازی کی محفل آراستہ کی اور دغا سے اُس کا کل ملک ومال جیت لیا۔ انجام یہ ہوا کہ پانچوں بھائی مع دروپدی کے بارہ سال کے لیے جلا وطن کیے گئے۔ بعد میعاد ختم جب واپس آئے تو اسقدر بھاری عظیم واقع ہوا کہ باہم قتل وغارت ہو گئے۔

یہ بہت ہی بُرا کام ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ اس سے توبہ کرکے مجھ کو خوش کرو گے۔ فقط

(۳۴) انصاف

عالیجاہ۔ انصاف کے معنی نصفا نصف اور برابری کے ہیں یعنی بلا رعایت اور بدون لحاظ کے کسی امر کے دو ٹکڑے کر دینا۔ چونکہ اس سے ہر ایک معاملے کا نیاؤ ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک مقدمہ کے دو ٹکڑے۔ حق اور ناحق علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور سزا اور جزا سے ظالم اور مظلوم دونوں کا فیصلہ برابر ہو جاتا ہے اس لیے اس کو انصاف کہتے ہیں۔ جس میں یہ وصف ہوتا ہے اُس کو منصف کہتے ہیں جو معاملہ کہ انصافاً ہوتا ہے سب کو تسلیم ہوتا ہے۔ اور منصف وہی ہے جو اپنے دل میں انصاف کے وصف کو پختہ طور پر قائم رکھکر لوگوں کے مقدمے فیصل کرتا ہے۔ اور انصاف کو اپنا اعلیٰ فرض سمجھتا ہے۔ جب کسی غیر سے کوئی معاملہ آپڑتا ہے تو وہ اپنے آپ کو غیر شخص اور اُس کی جگہ اپنے آپ کو تصور کرکے فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے فیصلہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ سب کو پسند ہوتا ہے اُس کے عہد میں بدکار بدکاریوں سے باز رہتے ہیں۔ سب کو امن وامان حاصل ہوتا ہے انصاف کی صفت بادشاہوں۔ حاکموں۔ اور امیروں کے واسطے نہایت ضروری

ہی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ایک سال کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر
ہی۔ اس سے سلطنت اور حکومت کی بنیاد مستحکم ہوتی ہی۔ عادل آدمی صداقت
کے اوپر چلتا ہی اور راستی سے کام کرتا ہی۔ دل میں سچ بولتا ہی۔ کبھی اپنی زبان
کو غیبت سے خراب نہیں کرتا۔ اور نہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ بُرائی کرتا ہی اور نہ
اُس کو بُرا کہتا ہی۔ جو شخص خوف الٰہی کرتا ہی اُس کو معزز جانتے ہیں۔ شریر اور
بدکار کو ذلیل سمجھتا۔ غرض عادل آدمی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا جو جس کا حق
ہی وہ ادا کرتا ہی۔ جو عزت کا مستحق ہی اُس کی عزت کرتا ہی۔ جس سے اُس کو ڈرنا
چاہیئے اُس سے ڈرتا ہی۔ جس کو خراج دینا چاہیئے اُس کو خراج دیتا ہی۔ اخلاق
کی بنیاد انصاف پر ہی۔ اوروں کے ساتھ ایسا کرنا جیسا ہم اوروں سے توقع
رکھتے ہیں۔ ہمیں بھی انصاف ہی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ انصاف کی ہر مذہب میں
ہدایت ہی۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی دھرم یعنی نیک کام نہیں۔ انصاف ہی نیکی
کی طرف جھکاتا ہی۔ ہندوؤں میں مہاتما پاک دل رشی۔ اپنی دھرم شاستر میں یوں
ہدایت کرتے ہیں کہ تو کسی مجلس میں مت جا اور نہ کسی محفل میں داخل ہو۔ اگر داخل
ہوتا ہی تو منصف بن اگر منصف نہیں بنتا اور طرفداری کرتا ہی تو دنیا میں کوئی
تجھ سا گنہگار نہیں۔ عدل سے رعیت شاد ملک آباد اقبال بلند رہتا ہی۔ اور
منصف دنیا میں نیک نام ہوتا ہی۔ خدا انصاف کو دوست رکھتا ہی۔ انصاف
پروری کرنے والا اور اُس کی پابندی کا لحاظ کرنے والا خدا کا عزیز ہوتا ہی
عقبیٰ میں نجات و مغفرت پاتا ہی۔ بقول بلبل شیراز ؎

دہد خسرو عادل نیک رائے
بقومے کہ نیکی پسند د خدائے

عدل سے بادشاہ کا اقبال قائم رہتا ہے۔ دنیا میں نیک نام چلا جاتا ہے۔ نوشیرواں بادشاہ کا عدل یہاں تک مشہور ہے اور اُس کی عدالت کی یہاں تک تعریف لکھی ہے کہ اُس نے اپنا شاہی محل ایک بڑھیا کے تھوڑی سی زمین نہ دینے کے سبب سے ٹیڑھا اور عیب دار بنا لیا تھا۔ عدل کو عبادت سے بھی افضل مانا ہے۔ کیونکہ عبادت کا ثمرہ تو صرف عابد کو ملتا ہے اور عدل کا فائدہ خاص و عام اور چھوٹے بڑے سب کو پہنچتا ہے۔ پس جن کو خدا نے توفیق دی ہے۔ اور نیز ہر انسان کو اس عبادت کا ہر دم پاس و لحاظ رکھنا چاہیئے۔

(۳۵) جھوٹ کے بیان میں

بھائی میرے جیتے رہو۔ کسی بات میں جان بوجھکر رد و بدل کرنا پھیر پھار کرنا گھٹانا بڑھانا۔ جوں کی توں نہ کہنے کو جھوٹ بولنا کہتے ہیں۔ جھوٹ سے بدتر کوئی حرکت خراب اور بیہودہ نہیں۔ اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا۔ عزت اور آبرو میں فرق آتا ہے۔ بے وقعتی ہوتی ہے۔ نظروں میں حقیر معلوم ہوتا ہے اس کے سبب سے ہمیشہ انسان ہر ایک مجلس میں ذلیل ہوتا ہے۔ جس پیشہ ور میں عیب ہوتا ہے اُس کا پیشہ ہمیشہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ جھوٹ کا انجام ہمیشہ نقصان ہے۔ دنیا میں اکثر کام ایک دوسرے کے اعتبار پر چلتے ہیں۔ جو شخص اپنے نفع کے واسطے دوسرے کو خسارہ دیتا ہے وہ حقیقت میں ہمیشہ کے واسطے خود خسارہ پاتا ہے۔ غرض کہ پیشہ وروں کے روزگار کا تو جانی دشمن ہے۔ ایسا دھبہ لگاتا ہے کہ خرید و فروخت کا بازار سرد ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ایک دفعہ کوئی شخص جھوٹ بول کر

اپنا مطلب نکال لیتا ہی۔ تو ہزار دفعہ اُس کا مطلب جھوٹ کی وجہ سے فوت ہو جاتا ہی۔ جو شخص جھوٹا مشہور ہو جاتا ہی۔ پھر کسی حالت میں چاہیے وہ سچ ہی بولے اُس کا کبھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ ۵

دروغ گو کا ذرا کچھ اعتبار نہیں | جو راستی کا عدو ہی کسی کا یار نہیں

جو آدمی جھوٹ بولتا ہی وہ اُس کی تائید کے لیے طرح طرح کی جھوٹی باتیں گڑھا کرتا ہی جس کی فکر میں اُس کا دماغ ہمیشہ پریشان رہتا ہی اور وہ اکثر یوں خیال کیا کرتا ہی کہ میرے جھوٹ کو کوئی نہیں جانتا وہ بڑی بھاری غلطی کرتا ہی۔ کیونکہ جھوٹ بول کر آدمی مخلوق سے تو بات کو چھپا سکتا ہی۔ لیکن خالق سے جو دانا۔ بینا۔ عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہی۔ کیونکر چھپا سکے گا۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہی۔ جھوٹے سے خدا کو نفرت ہی وہ دوزخ میں پڑتا ہی اور عذاب عظیم سہتا ہی۔ ہندی کتابوں میں لکھا ہی۔ آتما کا ساکچھی آتما ہی۔ آتما کی گت آتما ہی تک ہی اس لیے تمکو نہ چاہیے کہ ایسے اُتم ساکچھی آتما کا نرادر کرو۔ متھیا بھاشی سمجھتے ہیں کہ ہم کو کوئی نہیں دیکھتا یہ اُن کی بڑی بھول ہی۔ دیوتا دیکھتے ہیں اور اُنھیں کا آتما اُن کا ساکچھی ہی۔ جو گت برہما ہتھیا کرنے والے عورت اور بچوں کے مارنے والے۔ متر کو دھوکا دینے والے اور کرتگھن کی ہوگی وہی گت متھیا بھاشی کی ہوگی۔ جو تم نے جھوٹی بات کہی تو جو کچھ پن تم نے جنم سے کیا ہی سب کتوں کو چلا جائے گا یعنی چھین ہو جائے گا۔ متھیا بھاشی ننگا اور اندھا ہو کر بھوک پیاس سے بیاکل ہو کر اپنے بیری کے بھیک مانگیگا۔ دھرم کے نشچے کرنے کے لیے جو کوئی بات پوچھی جائے۔ اُس کا ٹھیک اُوتر نہ دینے سے ساکچھی گھور نرک میں

پڑتا ہی۔ جھوٹ بولنے سے آدمی خبیث ہوجاتا ہی۔ بے رعب اور بے وقار ہوتا ہی
اعتبار روز بروز گھٹتا جاتا ہی۔ اور اُس کی روشنی اس طرح جاتی رہتی ہی جیسے
بتی کی روشنی پانی کے پہنچ جانے سے چڑچڑا کر کے بجھ جاتی ہی بعض جگہ انسان
گفتگو کے بغیر اشارہ وکنایہ سے بھی جھوٹ بول دیتے ہیں۔ ایسے موقع پر انسان
کا دل خود گواہی دیتا ہی کہ سچ سے کنارہ کیا گیا ہی۔ جب تک ہر قسم کے جھوٹ
بولنے سے نفرت نہ کی جائے عزت حاصل نہ ہوگی۔ جھوٹ بولنے سے آدمی خود
اپنا ہی نقصان کرلیتا ہی۔

حکایت کسی شہر میں ایک بوڑھا بنیا رہتا تھا زیادہ دولتمند تھا۔
اس کے گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ رات کو کبھی کبھی چلا اُٹھتا کہ میرے گھر میں چور
گھُسے ہیں جب پڑوس کے لوگ اُس کی مدد کو آتے تو وہ ہنس کر کہتا کہ میں جی
بہلانے کے لیے دل لگی سے چلاتا ہوں۔ اتفاقاً ایک دن سچ مچ چور اُسکے
گھر میں گھس آئے بوڑھا اُس وقت بہت چلایا لیکن اُس کی مدد کو کوئی نہیں
آیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ جھوٹ موٹ چلاتا ہی۔ چور اُس کو مار کر سب مال اُٹھا
لے گئے۔ جب پڑوس کے لوگ اُس کے گھر میں گئے تو دیکھا کہ بوڑھا مرا پڑا
ہی۔ اور جو کچھ مال و اسباب تھا چور سب لے گئے۔ سب نے یہی کہا کہ جھوٹ
بولنے کا یہی پھل ہی جو اُس کی ایسی حالت ہوئی۔

حکایت۔ ایسے ہی ایک گڈریہ کا لڑکا بھیڑیں چرایا کرتا تھا وہ بھی مذاق
کے واسطے چلا اُٹھتا تھا کہ چلیو بھیڑیا آیا۔ جب لوگ دوڑ کر آتے اور دیکھتے کہ
بھیڑیا تو نہیں تھا صرف لڑکے کا شور و غل تھا ناچار واپس چلے آتے۔ اتفاقاً

ایک وز بھیڑیا سچ مچ آگیا لڑکے نے بہت کچھ شور وغل مچایا مگر کوئی مدد کو نہ آیا۔ اور یہ سمجھے کہ یہ ہر روز کی طرح جھوٹ موٹ شور کرتا ہے۔ کسی نے اُس کی بات پر کان نہ دھرا۔ آخرکار بھیڑیا اُس وز بھیڑ کو اُٹھا لے گیا۔ جھوٹ بولنے کا یہ نتیجہ ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ جھوٹ کو بہت بُرا سمجھ کر پرہیز کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ہر آفت سے محفوظ رہتے تھے۔ آج کل جھوٹ کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور ہنر خیال کرکے فخر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے قہر الٰہی نازل ہوتا ہے۔ صدہا آفتوں ارضی و سماوی میں مبتلا رہتے ہیں۔

جھوٹ بولنے والے کا جس وقت آگے یا پیچھے جھوٹ کھلتا ہے تو اُس وقت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ جھوٹا ہمیشہ شرمندگی سے سر جھکاتا ہے۔ دل میں بڑا پشیمان ہوتا ہے۔ اور آنکھ سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ پس جھوٹ سے سراسر نقصان ہے۔ اور کبھی کبھی ضرر بھی پہنچتا ہے۔ اس واسطے آدمی کو ہمیشہ لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے جھوٹ سے پرہیز کرے۔ جو قصور بھی ہو جاوے تو سچ کہکر معاف کرا لے شعر۔

دروغ اے برادر مگو زینہار | کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار
دروغ آدمی را کند شرمسار | دروغ آدمی را کند بے وقار

(۴۳) ظلم کا بیان

شفیق بندہ۔ ظلم کے معنی ناانصافی کرنا۔ کسی کو ناجائز طور پر ستانا حق ناحق کا خیال نہ کرنا۔ دوسروں کی نعمت و فضیلت کو چھین لینا ہے جس شخص میں یہ صفت مذموم ہوتی ہے اُس کو ظالم کہتے ہیں۔ جو ظالم ہوتا ہے اُس کو خوف

نہیں ہوتا وہ دوسروں کو تکلیف دیکر ستا کر اپنا بھلا چاہتا ہے۔ اوروں کی حق تلفی کرتا ہے۔ حق دار کا حق ادا نہیں کرتا۔ راستی سے کام نہیں کرتا دل میں سچ نہیں بولتا۔ بُری بُری باتیں ہر وقت دل میں گزرتی رہتی ہیں ہمیشہ اپنی زبان کو غیبت سے خراب کرتا ہے۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ بُرائی پر کمر بستہ رہتا ہے۔ ایسا آدمی عزت اور نیک نامی حاصل نہیں کرسکتا۔ سب لوگ اُس کے حق میں دعاء بد کرتے ہیں۔ اور دشنام و بدگوئی سے بھی نہیں چوکتے اور ہمیشہ اُس کا نام بے عزتی کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور سب اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں دنیا میں قہر الٰہی اُس پر نازل ہوتا ہے اور امراض مہلکہ اور مزمنہ میں مبتلا ہو کر بُری حالتوں میں سخت سخت تکلیفوں سے مرتا ہے۔ ظلم دوزخ کی بنیاد ہے ظالم آخرت میں بھی عذاب الٰہی سے بری نہیں ہوتا۔ ظالم کے ظلم کی سختی اُس کی اپنی گردن پر آتی ہے۔ اور اُس سے ملک زوال پذیر ہو جاتا ہے سلطنت اور حکومت کی بنیاد بالکل اُکھڑ جاتی ہے۔ کبھی پھولتا پھلتا نہیں۔

شعر

چونکہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کہیں شمشیر کا

شعر

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

بہت سے آدمی جانوروں پر زیادہ بوجھ لادتے ہیں اور تیز قدم چلانے کے لیے

اُن کو مارتے پیٹتے ہیں۔ اور بغرض تماشا بیچارے جانوروں کو تکلیف دیتے ہیں جیسے مرغ بازی۔ بٹیر بازی وغیرہ۔ یہ تو ہر کوئی جانتا ہی کہ جانوروں کو بھی آرام اور دُکھ کا اثر معلوم ہوتا ہی۔ سب جیو ایک ہی ہیں کسی جاندار کو نہیں ستانا چاہیئے وہ بھی ہماری سی جان رکھتے ہیں۔ دولت و رتبہ پاکر رحم دلی اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ ؎ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

(۴۶) رحم کا بیان

کرم فرماے نیاز مندان سلامت۔ رحم کے معنی مہربانی کرنا۔ کسی کو آفت و مصیبت میں دیکھ کر ہمدردی کرنا یعنی مصائب و تکالیف سے چھوڑاتا رہے جس میں یہ وصف سعید ہوتا ہی اُس کو رحیم کہتے ہیں۔ ایسا شخص اپنے فرائض ادا کرنے میں کبھی قصور نہیں کرتا۔ رحیم خدا کی صفت ہی۔ اس لیے جو شخص رحم کرتا ہی پروردگار عالم اُس پر رحم کرتا ہی۔ ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

حکایت

ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ سبکتگین بادشاہ شکارگاہ میں گیا اور ایک ہرن کے بچہ کو پکڑ کر شہر کو لا رہا تھا کہ پیچھے پیچھے ہرنی حسرت بھری نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھتی آرہی تھی۔ بادشاہ کو اُس کے حال زار پر رحم آیا اور بچہ کو چھوڑ دیا

رات کو خواب میں الہام ہوا کہ اے سبکتگین تو نے آج ایک بے زبان پر رحم کیا ہے میں تیری رحمدلی سے بہت خوش ہوا۔

رحم سے ملک ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اور سلطنت و حکومت کی بنیاد مستحکم ہوتی ہے۔ مہاراجاؤں اور مہاتماؤں نے رحم کو عبادت سے بھی افضل سمجھا ہے۔ اور گھر آئے دشمن پر اور چیونٹیوں تک پر بھی رحم روا رکھا ہے۔ گوسائیں تلسی داس جی فرماتے ہیں ؎

دیا دھرم کا مول ہے نرک مول ابھمان
تلسی دیا نہ چھوڑیئے جب لگ گھٹ میں پران

غرض سارے مذہبوں میں رحم کا وصف بھی انسان کے لیے نہایت ضروری اور اعلیٰ فرض ہے۔ غریبوں۔ یتیموں مسافروں پر رحم اور بیماروں کی خدمت کرنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ رحم دل آدمی کو اگر کوئی تکلیف بھی دیتا ہے تو بھی وہ رحم کرتا ہے

حکایت

ایک سادھو کا ذکر ہے کہ وہ دریا کنارے پر بیٹھے عبادت کر رہے تھے اتفاقاً ایک بچھو دریا میں بہتا ہوا اُس جگہ سے گزرا۔ مہاتما سادھو نے پانی میں ہات ڈال کر اُسے باہر نکالا۔ بچھو نے سادھو کے ڈنک مارا۔ ڈنک کے لگنے سے سادھو کو سخت درد معلوم ہوا۔ اور بے اختیار ہات سے بچھو پانی میں گر پڑا۔ پھر اُسے بہتا ہوا دیکھکر دل میں رحم آیا اور دوبارہ اُس کو نکالا۔ بچھو نے اپنی عادت کے موافق پھر سادھو کے ڈنک مارا۔ اسی طرح چار پانچ دفعہ باہر نکالا۔

اور پھر ایک دفعہ بچھو نے ڈنک مارا کسی شخص نے پوچھا کہ آپ اس موذی پر رحم کیوں کرتے ہیں۔ سادھو نے جواب دیا کہ وہ اپنے ڈنک مارنے کی طبعی عادۃ سے باز نہیں رہتا تو میں اپنی نیکی کرنے کی طبعی عادۃ سے کیوں باز رہوں اس سادھو کی نصیحت پر غور کرکے ہمیشہ رحم کی عادۃ کرنی چاہیئے

(۳۸) تواضع کا بیان

مہربان من سلامت۔ تواضع کے معنی بخندہ پیشانی و نرم زبانی پیش آنا اور بوقت آمد سروقد کھڑے ہوکر تعظیم کرنا اور باعزاز تمام بٹھلانا۔ آب و طعام وغیرہ سے مزاج پرسی کرنا اور وقت رخصت چند قدم مشایعت کرنا ہیں جو اس صفت سے موصوف ہوتا ہی اُس کو متواضع کہتے ہیں۔ تواضع تمام لوگوں کے نزدیک عمدہ اور خوب تر ہی۔ اس سے آدمی کو سرفرازی ملتی ہی۔ متواضع ہر کسی کو عزیز ہوتا ہی۔ اور خداوند کریم اُس کو مخلص دوست سمجھتا ہی اور اُسے رفعت دیتا ہی۔ اپنی عزت و حرمت کو الگ دھرکر اوروں کو عزیز بناتا ہے جس کی ذات کی بزرگی میں شبہ ہوتا ہی وہی تواضع میں پہلوتہی کرتا ہی۔ اور جو شریف اور بزرگ قدر اور عالی مرتبہ ہوتے ہیں۔ وہ تواضع کرنے سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹتے۔ تواضع ہر ایک آدمی کو زیبا ہی۔ کیونکہ بزرگی کا لباس تواضع ہی۔ تواضع سے دشمن بھی دوست ہو جاتا ہی۔ عزت اور نیک نامی حاصل ہوتی ہے جو آدمی اپنے آپ کو سب سے عاجز سمجھے وہی سب سے اونچا ہوتا ہی۔ بعض بعض اشخاص ایسے تلون مزاج اور جھنڈول صورت ہوتے ہیں کہ وہ اپنی

کوتہ اندیشی اور محدود خیالی سے دل میں خیال کرتے ہیں کہ اپنے سے کمتر لوگوں کی تواضع سے رعب داب دور ہوتا ہے۔ جو رعب داب تواضع سے دور ہو جائے وہ اچھا نہیں۔ اور جو عزت اور نیک نامی تواضع سے میسر ہو وہ بہتر اور خوب تر ہے

کاگا کو دھن ہرے کوئل کا کو دے — میٹھے بچن سنائے کے جگ اپنو کرلے

تواضع شریفوں کا زیور ہے۔ شعر۔

تواضع کند ہوشمند گزیں — نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

تواضع کلید در جنت است — سرافرازی جاہ را زینت است

تواضع کند ہر کہ ہست آدمی — نزیبد ز مردم بجز مردمی

تواضع بود مایۂ دوستی — کہ عالی بود پایۂ دوستی

(۳۹) حلم کا بیان

مخدوم بندہ سلامت۔ ہمیشہ رہے عنایت آپ کی۔ بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے کہ حلم کے معنی سزا دینے میں آہستگی کرنا۔ بردبار ہونا۔ سخت اور کڑی بات کا سہنا اور غصہ کا پی جانا۔ جس میں یہ نیک خصلت ہوتی ہے اس کو حلیم کہتے ہیں۔ حلم انسان کے چال چلن کی اصلی بنیاد ہے۔ حلیم اپنے نفس پر حاوی رہتا ہے۔ اور فتح پاتا ہے۔ وہ آدمی قوی نہیں ہے جو طاقت بدنی سے کسی کو گرا دے بلکہ طاقتور اور قوی وہ شخص ہے کہ جس کو غیظ و غضب کا سیلاب نہ بہا سکے غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھالے رکھے۔ حلم کے پانی سے غصہ کی آگ ٹھنڈی کرے حلم کی مدد کے سوا کوئی حاکم اپنی رعایا کی گفتگو نہیں سن سکتا۔ حلیم سخن میں نشان

کہے ہیں۔ اول تو یہ ہی کہ کوئی سخت گو آدمی اُسے کڑوی بات کہے تو وہ اُسکے
مقابلے میں شیریں کلامی سے جواب دے اور معاملات میں بھی اُس پر احسان
کرے۔ دوم جب غصہ کی آگ بھڑک اُٹھے تو چپ ہو جاے اُس وقت کا چپ
رہنا دل کے اطمینان اور روح کی تسکین کا نشان ہی۔ اور سالکوں نے غضب
کا علاج اسی طرح کیا ہی۔ سوم اگر کوئی آدمی غضب عذاب کا مستحق ہو تو اُس کی
طرف سے غصہ دور کر دے اس صفت سے آدمی کو دنیا کی ساری نیکنامی
حاصل ہوتی ہی۔ حلم کے سبب ہم بڑے بڑے دشمنوں کے غصہ سے بچ سکتے ہیں
چنانچہ ایک شخص کا قصہ یوں ہی کہ وہ کسی گاؤں میں آیا تو جس طرح دستور ہے
اُس گاؤں کے کتے اُس کو کاٹنے دوڑے ایک سر ہو گیا وہ زمین پر بیٹھ گیا
اُس کے بیٹھنے سے وہ تند اور تیز کتا چپ چاپ واپس چلا گیا۔ حلیم آدمی تند خو
کے سامنے تکلیف سہنے کے بغیر ہی جھک جاتا ہی اور اُس کے غصہ سے بچ
جاتا ہی۔ اُس کا حال اُس نرم درخت کا سا ہی جو سخت آندھیوں سے بچ جاتا ہی
یہ وہ وصف ہی جس سے انسان ہمیشہ ہر کسی کے ساتھ خنداں اور شاداں رہتا
ہی اور اپنے ہمراہیوں کو خوش و خرم رکھتا اور دنیا میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہی
اور اُس سے ملنے جلنے والے ہمیشہ اُس کی تعریف کرتے رہتے ہیں پس حلم
کی عادت اختیار کرو۔

(۴۰) غصّہ کا بیان

کرمفرماے من۔ غصہ ایک آتش ہی جو انسان کے دل میں بروقت سُننے

کلام ناہموار یا دیکھنے حرکات ناشائستہ کے بھڑکتی ہی۔ جب غصہ حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہی تو عقل منقص ہوجاتی ہی انجام کار نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ اس جوش میں وہ ایسی نامعقول حرکتیں کر بیٹھتا ہی۔ کہ غصہ فرو ہونے کے بعد اُس کو خود ندامت ہوتی ہی۔ اُس کی زیادتی۔ صبر و سکون اور حلم و وقار کو کھو دیتی ہی۔ ظلم۔ فساد بدگوئی۔ بہتان۔ اسی طرح کے کمینہ افعال کراتی ہی۔ غصہ سے فتنہ فساد برپا ہو جاتے ہیں۔ یگانے بیگانے ہوجاتے ہیں۔ دوست آشنا نفرت کرنے لگتے ہیں تمام گھر کے آدمی خفگی اور سختی سے ملول اور بیدل رہتے ہیں۔ دشمن بیہودگی پر ہنستے ہیں۔ نوکر چاکر بدزبانی سے نوکری چھوڑ جاتے ہیں۔ بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے علحدہ ہوجاتا ہی۔ کوئی دوسروں کا خون کرتا ہی۔ اور کوئی خودکشی کرتا ہی۔ عدالت دربار تک نوبت پہنچتی ہی روپیہ خرچ ہوتا ہی۔ خانہ بربادی ہوتی ہی زیرباری اُٹھانا پڑتی ہی۔ لوگ انگشت نمائی کرتے ہیں۔ نظروں میں حقیر سمجھتے ہیں جو لوگ ذرا ذرا سی باتوں یا اشاروں سے بگڑتے یا خفا ہوجاتے ہیں وہ اکثر ناکارہ ہوتے ہیں اور اپنا وقار اور بھرم کھوتے ہیں۔ صحبت کے لائق نہیں ہوتے سب کو اُن سے نفور ہوتا ہی۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا سخت رنج کا باعث ہوتا ہی اور دوستوں کی صحبت کے لطف سے محروم رہتے ہیں۔

ہماری آپ کی بس آج سے ہنسی ہی موقوف
ذرا سی بات میں غصہ ہی تم کو آجاتا

اس واسطے مناسب ہی کہ جس وقت غصہ آوے تامل اور تحمل کے پانی سے بجھاوے اور خاموش ہوکر دل میں خیال کرے کہ جو ہونا تھا سو ہوگیا غصہ کرکے ناحق راحت

کو رنج سے بدلنا ضرور نہیں غصہ کا انجام ہمیشہ نقصان ہی۔

حکایت

ایک شیر اور چیتے نے ہرن کا بچہ شکار کیا۔ بوقت تقسیم باہمی جھگڑا ہوگیا اور ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دانتوں اور پنجوں سے لہولہان ہوگئے آخر بیدم ہوکر الگ الگ جا بیٹھے۔ ایک لومڑی جو اسی تاک میں بیٹھی تھی چپکے سے آئی اور شکار کو اٹھالے گئی۔ ان دونوں میں اتنی طاقت باقی نہ تھی کہ اُس سے شکار کو چھین لیتے۔ جب لومڑی شکار کو لے کر بھاگ گئی تو شیر اور چیتا اپنی نامعقول حرکت پر نہایت پشیمان ہوئے۔ ؎

جو غصہ میں آپے سے باہر نہ ہوتے
تو یوں زخم کھاتے نہ مال اپنا کھوتے

(۴۱) حسد کا بیان

عزیزاز جان طول عمرہٗ۔ حسد کے معنی کسی کو بحالت خوشحالی اچھا کھاتے پہنتے دیکھکر جلنا یعنی رنج کرنا۔ دولتمند کی دولت کا زوال اور عہدہ دار کے عہدہ کی معزولی اور پیشہ وروں کی ترقی کی تنزلی اور کارگزاروں و کارپردازوں کے کام کی خرابی اور عزیزوں دوستوں کی نعمت اور فضیلت کی بربادی چاہتی ہیں جس میں یہ کمبخت عادت ہوتی ہی اُس کو حاسد کہتے ہیں۔ حاسد آدمی کو ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہی کہ دوسرے کی نعمت وحشمت جاتی رہے۔ اپنے سوا سب کو

آفت وزوال چاہتا ہے۔ لیکن جب اُس کا چاہا نہیں ہوتا تو ہمیشہ رنج وکلفت میں مبتلا رہتا ہے۔

حاسد کو ایک دم نہیں راحت جہان میں
رنج حسد ہی جان ہی جب تک کہ جان میں

حاسد ہمیشہ دوسروں کی تباہی اور بربادی میں مصروف رہتا ہے۔ اپنی بھلائی اور ترقی میں کوشش نہیں کرتا۔ اُس کو اپنے بنانے کی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنی دوسروں کے بگڑنے کی آرزو ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر کسی کو تکلیف دیئے کسی اچھے ہنر یا کام میں بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو حسد کے مارے لوگ اُس کی بدنامی کی تدبیر کرتے ہیں۔ جب اُن کی آرزو بر نہیں آتی تو ایسا رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی اُن کا عزیز مر گیا۔ حسد عداوت کی بنیاد ہے۔ حاسد کی جڑ بنیاد کھو دیتی ہے۔ دوسروں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

چنانچہ جب دھرت راشٹر نے پانڈوں کے بڑے بیٹے جدھشٹر کو ولیعہد بنایا تو اُس کے بڑے بیٹے جرجودھن نے حسد کے مارے اُن کو آرام سے نہ رہنے دیا۔ اُن کی تکلیف دہی کے بہت سے سامان کیئے اُن کے محل میں آگ لگائی گئی قماربازی میں کل ملک و مال دغا سے جیت لیا۔ اور بارہ برس کے لیئے جلا وطن کیا۔ بعد واپسی بالآخر جنگ مہابھارت قائم ہوئی۔ جرجودھن مع اپنے ایک سو ایک بھائیوں کے مارا گیا۔ اور لاکھوں آدمی طرفین سے کام آئے بڑے بڑے نامی گرامی جنگ آور جودھا طعمۂ تیغ اجل ہوئے پس اس سبب ہمیشہ پرہیز کرو اور ہمدردی اختیار کرو۔

(۴۲) غرور کا بیان

کرمفرماے بندہ۔ اپنے کو سب سے دولت طاقت اور ہر فن میں بڑا سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ ہمارے مقابلہ میں اور لوگ ہم سے لیاقت وغیرہ میں کم ہیں اُن کو حقیر سمجھنا یعنی ہمچناں دیگرے نیست غرور کہلاتا ہی جس میں یہ بدخصلت ہوتی ہی اُس کو مغرور کہتے ہیں۔ دنیا میں ایسے شخص کے دوست تھوڑے اور دشمن بہت ہوتے ہیں۔ ہر شخص اُس کی صحبت سے نفرت کرتا ہی اور اُس کو نظر حقارت سے دیکھتا ہی۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہر ایک آدمی میں برائیاں ہیں۔ دنیا میں کمال کسی شے میں نہیں ہی۔ اور ہر امر میں کوئی کامل نہیں ہوتا۔ دولت پر غرور کرنا کہ جس کو زنگ کھا جاے یا چور چرا لے جاوے۔ خرچ ہو جاوے کم ہو جاوے تھوڑی دیر میں پاس نہ رہے ؎

دولت پائے نہ کیجیے سپنے میں ابھمان
چنچل جل دن چار کو ٹھاؤں رہت نہ ان

بے فائدہ ہی۔ طاقت کے لیے غرور کرنا بہت کم عقلی کی بات ہی کہ جس میں بیل بھینسے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں۔ بیماری سے طاقت جاتی رہتی ہی۔ بدن لاغر ہو جاتا ہی۔ چہرہ سے بدصورتی ظاہر ہوتی ہی۔ مرنے کے بعد دیکھنے کو طبیعت نہیں کرتی خوف معلوم ہوتا ہی۔ بدن سے بدبو نکلتی ہی۔ ایسے ہی دل کی سب خوبیاں علم وعقل وغیرہ ہیں عقل کے واسطے غرور کرنا فضول ہی۔ ذرا سی آفت ومصیبت میں سلامت نہیں رہتی۔ پس جن چیزوں کا کچھ ٹھکانا نہیں اُن پر ناز اں ہونا نادانی

سے بعید ہے۔ اور علم کے لیے مغرور ہونا یہ بھی ایک حماقت ہے۔ کیونکہ انسان کو بہت تھوڑا علم ہے۔ اور علم کا سمندر بہت گہرا ہے۔ پس جان لینا چاہیے کہ کتنی باتیں نہیں جانتے۔ غرور سے ہمیشہ ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔ اور زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ راون کو اپنے بھائی بیٹوں کے بل کا اس قدر غرور ہوا کہ نیک و بد کی تمیز نہ رہی۔ آخر مع بیٹوں وغیرہ کے مارا گیا اور اس کا خاندان تباہ ہوا۔ بادشاہ فرعون نے دعویٰ خدائی کا کیا۔ اور سب سے اپنے آپ کو خدا کہلایا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ دریائے نیل میں مع فوج کے غرق ہو گیا۔ اور نمرود بادشاہ کو اپنی بادشاہت کا غرور ہوا۔ اور ہر کسی سے اپنے کو خدا کہلایا۔ ایک مچھر نے ناک میں گھس کر اس کا کام تمام کیا۔ بڑے بڑے متکبر غرور کے طفیل سے گل جاتے ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد　　بزندان لعنت گرفتار کرد
تکبر بود عادۃ جاہلاں　　تکبر نیاید رضا جبدلاں

(۴۳) ہمت کا بیان

برادر عزیز طول عمرہ۔ ہمت کے معنی حوصلہ اور بلند ارادے کے ہیں۔ یعنی وہ قوت جو مشکل کام کرنے پر آمادہ کرے اور ہر آفت و مصیبت میں ہوش و حواس قائم رکھے۔ دینی اور دنیوی کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کا بڑا بھاری جزو ہمت ہی ہے۔ اسی سے ہر ایک کام پورا ہوتا ہے۔ دولت و حشمت حاصل ہوتی ہے۔ قسمت پر بھروسہ کرنا کم ہمتوں کا کام ہے۔ ہمت ایک بڑا عجیب

جوہر ہی۔ ہر آفت و مصیبت اور نازک وقتوں میں آدمی کو بہادر بنا دیتی ہی۔ اور ایسا مصمم ارادہ کر دیتی ہی کہ اُس کو کسی خطرے کا ڈر نہیں ہوتا۔ اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں مرنے پر آمادہ ہوجاتا ہی۔ بُرے کاموں سے پرہیز کرتا ہی اور تکلیف میں صابر رہتا ہی۔ اور ہر مصیبت و تکلیف کو برداشت کرتا ہی۔ بڑے بڑے معاملات جن کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہی۔ پورا کر لیتا ہی۔ بہت سے شخصوں نے مذہبی معاملات میں جان تک گنوا دی مگر اپنا ارادہ مستقل رکھا جن لوگوں نے ارادے سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا اُنھوں نے ہی کامیابی حاصل کی ہی۔ باہمت شخص کی طبیعت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہی۔ وہ اپنے دشمن کی بُری حالت سے کبھی اپنا فائدہ اُٹھانا پسند نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہی کہ ایسے شخص پر حملہ کر کے فتحیاب ہو۔ باہمت آدمی اپنے دشمن پر ستم روا نہیں رکھتا۔ چنانچہ جب پانی پت کے میدان میں ہیموں بقال سے اکبر شاہ بادشاہ کا معرکہ پڑا۔ ہیموں کی آنکھ میں تیر کاری لگا اُس کے گرتے ہی لڑائی کا فیصلہ ہوا مجروح دشمن اسیر کر کے حضور میں لایا گیا۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ جہاں پناہ اپنے دست مبارک سے اس کی گردن زدنی فرمائیے لیکن اکبر کی ہمت نے ایک مجبور قیدی کا قتل کرنا پسند نہ فرمایا۔ محمد حسین مرزا جو گجرات کی بغاوت کا بانی تھا جس وقت میدان جنگ سے گرفتار ہو کر آیا ہی تو شاہی خادموں سے پانی مانگا کسی نے نہ دیا۔ اکبر نے یہ بات سُن پائی فوراً آب خاصہ طلب کیا اور اپنے دشمن کی پیاس بجھائی۔

باہمت آدمی کے کارنمایاں اُس کی یادگار رہوتے ہیں اور ہر بات میں اُس کا حوالہ دیتے ہیں۔ اُس کے خیالات اُس کے طریقے اور اُس کی ہمت آیندہ زمانے

کے لوگوں کے دل کو لاؤ دیتی ہی۔ کسی کام میں چاہے کیسا ہی مشکل ہو۔ اس کہاوت پر عمل کرکے (ہارے نہ ہمت بسارے نہ رام) کرنا چاہیئے۔

سر شمع ساں کٹائیے پر دم نہ ماریے
منزل ہزار سخت ہو ہمت نہ ہاریے

جس کام ہمت و حوصلہ سے کوشش کیجاتی ہی کامیابی ہوتی ہی۔ سچ ہی ہمت مرداں مدد خدا۔

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

پس کسی حالت میں ہمت نہ ہارنا چاہیئے کیونکہ ہمت کو مضبوط کرکے کام شروع کرو۔

(۴۴) وفا کا بیان

لالہ صاحب زاد عنایتہ۔ آداب تسلیمات۔ وفا کے معنی اقرار اور دوستی و محبت کا پورا کرنا ہیں یعنی جو وعدہ کرے اُس کو پورا کرکے چھوڑے اور جس سے دوستی کرے اُس کو بھی آخر تک نبھائے اور حق دوستی ادا کرے جس آدمی میں وفا کی عادت ہوتی ہی اس کو وفادار کہتے ہیں۔ اور جس میں وفا نہیں ہوتی اُس کو بے وفا کہتے ہیں۔ وفادار شخص سے ہر ایک آدمی دوستی اور محبت کرتا ہی اور وہ اپنے دوستوں کا مددگار رہتا ہی۔ اس لیے اُس کے بھی بہت سے مددگار ہوتے ہیں۔ جب آدمی نے کسی آدمی سے اقرار کیا تو چونکہ خداوند کریم ہر جگہ حاضر و ناظر ہی تو وہ عہد خداوند کریم کا مصدقہ عہدنامہ ہو جاتا ہی۔ پس ایسے عہدنامہ

کی جس کا گواہ خداوند تعالیٰ ہو اگر تعمیل نہ کی جاوے تو بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے جس شخص میں وفائے عہد نہیں ایمان نہیں ہے۔ آدمی دنیا میں ایک دوسرے کے طالب امداد اور محتاج ہیں اور امداد بغیر عہد کے پوری نہیں ہو سکتی اس واسطے بغیر وفا کے نہ کوئی دینی کام ہو سکتا ہے نہ دنیا کا کام چل سکتا ہے۔ ایفائے عہد بڑی نیکی ہے اپنے دوستوں اور خویشوں کو جو بچپن کے زمانے میں مددگار رہے ہیں کبھی نہ بھولنا چاہیے اور اسی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ چونکہ جب بچپن میں سلوک کیا ہے تو گویا حق دوستی کے ادا کرنے کی قوی امید رکھتے ہیں۔ اگر بڑے عہدہ پر پہنچ کر ان سے اچھا سلوک نہ کیا جاوے تو بیوفائی کہلائے گی۔ کیونکہ جو وعدہ بچپن میں کیا تھا توڑ ڈالا ہے اور یہ عہد شکنی اور بیوفائی بڑے عیب کی بات ہے۔ جب کسی کی بہتری کے لیے کسی چیز کے دینے کا اقرار کرے تو پورا کرنے کا صرف ارادہ ہی نہ رکھے بلکہ پورا کرنے میں سعی کرے غرض اپنے کہنے کا ہمیشہ لحاظ رکھے۔ انسان جب تک وفا کا وصف اختیار نہ کرے باعزت نہیں بن سکتا۔ وفا سے آدمی دشمنوں کی نظر میں بھی دوست دکھائی دیتا ہے۔ وفاداری شریفوں کی عادت ہوتی ہے اور بیوفائی کمینوں کی خصلت ہے۔ پس ہر شریف کو اس کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیئے ؎

دلا در وفا باش ثابت قدم
کہ بے سکہ رائج نباشد درم

(۴۵) محنت کا بیان

بھائی میرے خوش رہو۔ میں نے سنا ہی کہ تم پڑھنے لکھنے میں محنت نہیں کرتے ہو۔ عزیز میرے محنت کرنا آدمی کو عزت دیتا ہی اور سستی لعنت کا طوق پہناتی ہی۔ عیش و عشرت کی زندگی سب سے زیادہ حقیر ہی اور محنت و مشقت کی زندگی سب سے افضل ہی۔ دیکھو جو لڑکے پڑھنے لکھنے میں کوشش کرتے ہیں وہ پاس ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آخر کو علم حاصل کر لیتے ہیں۔ استادوں کی نظر میں معزز و ممتاز ہو جاتے ہیں۔ والدین کی طرف سے عزت پاتے ہیں سب انکی تعریف کرتے ہیں بڑے بڑے عہدوں پر پہنچکر گوہر مراد سے اپنا دامن بھرتے ہیں۔ اور جو توجہ نہیں کرتے استاد اُن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ والدین نالائق خیال کرتے ہیں۔ امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ علم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تمام عمر پریشان حال رہتے ہیں۔ بغیر محنت کے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور نہ کوئی اُمید بر آتی ہی۔ اور لکھنے پڑھنے ہی پر کیا منحصر ہی۔ ہر پیشہ یا فن یا دستکاری یا تجارت میں وہی سبقت لیجاتا ہی جو سب سے زیادہ محنتی ہوتا ہی۔ جو آدمی محنت سے روٹی کماتا ہی رات کو کھری کھاٹ پر ایسے آرام سے سوتا ہی کہ امیروں کو مخملی گدی پر بھی وہ آرام نصیب نہیں ہوتا۔ جو آدمی محنت کا عادی ہی وہ قوی اور تندرست رہتا ہی جو محنت نہیں کرتا وہ محتاج ہو کر دوسروں کا دست نگر رہتا ہی۔ اور باوجود طاقت اور قدرت کے دوسروں کا محتاج بننا ایک گناہ ہی۔

اوروں کے پسینہ کی کمائی
کھانا ہی خلافِ میزائی

(۴۶) قرضہ کا بیان

محبِّ دل نوازِ من سلامت۔ میں نے خار رجا سنا ہی کہ آپ لڑکے کی شادی قرض لے کر بڑی دھوم دھام سے کرنا چاہتے ہیں۔ گھر پھونک تماشا دیکھا تو کوئی عقلمندی نہیں دو دن کی واہ واہی اور ہمیشہ کی پریشانی ہی۔ قرضداری بہت بُری چیز ہی۔ ایک دمڑی قرض ہو یا لاکھ بہت بُرا ہی۔ سود گھوڑے کی طرح دوڑتا ہی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ نوبت پہنچتی ہی کہ سود آمدنی سے بڑھ جاتا ہی اور جب ادائیگی کی کوئی صورت نہیں ہوتی تو قارض کی سخت کلامی سہنی پڑتی ہی۔ اعتبار جاتا رہتا ہی۔ پھر اُس کو کہیں قرض بھی نہیں ملتا۔ مکان گاؤں سب نیلام ہو جاتے ہیں۔ ریاست ڈوب جاتی ہی۔ انگشت نمائی اور طعنہ زنی ہوتی ہی مفلسی کا موںھ دیکھنا پڑتا ہی۔ تفکرات کی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہی۔ چین و آرام کھوتا ہی۔ اپنی رہی سہی پونجی برباد کرتا ہی۔ بے ایمانی اور بدنیتی پر کمر باندھتا ہی بہت سے رئیس قرض کی وجہ سے تاخت و تاراج ہو گئے۔ نظروں میں حقیر معلوم ہونے لگے۔ اور ہر مذہب میں بھی قرض لینا ناجائز ہے کیونکہ قرضدار کی کبھی نجات (مکتی) نہیں ہوتی۔ پس حد سے زیادہ دریا دلی نہ کی جاوے چادر کے موافق پاؤں پھیلائے جاویں۔

(۴۷) نشہ کا بیان

فرزند اقبال بلند زاد عمرہٗ۔ مجکو معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہی کہ تم کو نشہ بازی کا شوق ہوا ہی۔ عقلمند ہو کر کم عقل بنتے ہو۔ ایک آفت ناگہانی خریدتے ہو۔ اور ہمیشہ کے لیے تندرستی سے ہات دھوتے ہو۔ جسقدر منشیات کی چیزیں ہیں نقصان سے بھری ہوئی ہیں۔ ان میں جو خرچ پڑتا ہی محض ضائع جاتا ہی۔ شراب سے قوائے جسمانی ضعیف ہو جاتے ہیں نشہ کا اثر دماغ اور جگر تک پہنچتا ہے۔ زندگی تلخ کر دیتا ہی۔ مدک اور افیون کا نشہ شراب سے بھی بدتر ہی۔ اس سے بتدریج گوشت جل کر کھال لٹک آتی ہی چہرہ فق۔ رنگ زرد۔ خون خشک ہو جاتا ہی آخر جان پر نوبت پہنچتی ہی۔ اسی طرح چرس اور گانجہ پینے والوں کے دل و دماغ خراب ہو جاتے ہیں۔ کسی کام کے لائق نہیں رہتے ہیں۔ بھنگ بھی عقل کو زائل کرتی ہی۔ تمباکو مہلک زہردار مادہ ہی جو تندرستی کو کھو دیتا ہی۔ بینائی میں فرق لاتا ہی۔ جب کوئی عادی ہو جاتا ہی۔ اور کسی موقع پہ میسر نہیں ہوتا تو نہایت درجہ کی تکلیف ہوتی ہی۔ ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے اور جسم بے قابو ہو جاتا ہی۔ غرض ہر نشہ عاقل کو لایعقل بنانے والا ہی۔ اگر کچھ بھی عقل رکھتے ہو اور تندرستی قائم رکھنا چاہتے ہو ہرگز کسی نشہ کے پاس نہ جاؤ فقط۔

(۴۸) برسات کا بیان

شفیق بندہ۔ برسات بھی کیا عجیب موسم ہے۔ گھنگھور گھٹا چاروں طرف چھائی ہوئی ہے۔ کبھی ننھی ننھی پھوار پڑتی ہے۔ کبھی دھواں دھار مینہ برستا ہے۔ بجلی چمکتی ہے۔ بادل گرجتا ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ کھیت لہلہاتے ہیں کسانوں کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ ندی نالوں میں پانی کا زور ہو رہا۔ جھیل تالاب کنارے تک بھرے ہوئے ہیں۔ پانی چھلک رہا ہے۔ درختوں پر عجیب بہار آرہی ہے جانوروں کو دیکھو کہ کیا بولیاں بول رہے ہیں۔ کہیں کوئل کوکو کرتی ہے کہیں پپیہا بول رہا ہے۔ کہیں مور ناچ رہے ہیں۔ کبھی ایک بارگی جھنگھار اٹھتے ہیں مینڈک ٹرا رہے ہیں کہیں بیربہوٹیاں اپنی سرخ رنگت کی بہار دکھا رہی ہیں۔ آسمان کیا صاف نظر آتا ہے۔ ہر طرف عجیب بہار آرہی ہے۔ سیر سے آنکھوں کو نور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسی برسات پر پیداوار کا دارومدار ہے۔ جس سال برسات اچھی نہیں ہوتی قحط سالی ہو جاتی ہے۔ ہزاروں آدمی بھوکے مر جاتے ہیں۔ جنگل میں مویشیوں کو گھاس کا تنکا تک نہیں ملتا ہے۔

(۴۹) ورزش کا بیان

عزیز من ورزش یعنی کسرت ایک عجیب فن ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ڈنڈ بیٹھک۔ مگدر۔ کشتی وغیرہ۔ ورزش سے قوت ہاضمہ بڑھتی ہے۔ جسم چست و قوی رہتا ہے۔ قد کی موزونیت۔ ڈیل ڈول کی خوبی محفوظ رہتی ہے۔ چہرہ کی رونق اور

خوبصورتی بڑہتی ہی دل خوش چہرہ شگفتہ پیشانی بشاش رہتی ہی۔ دوران
خون سے خون صاف ہوتا ہی اور دماغ میں خون زیادہ پہنچتا ہی اور دماغ زیادہ
مضبوط ہوتا ہی جس سے قوائے دماغی یعنی عقل جودت اور فکر میں تیزی ہوتی
ہی۔ جسم کو صحت اور طبیعت کو تازگی ہوتی ہی ؎

دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں
یہ نسخہ ہی کم خرچ بالا نشیں

تندرستی کا مدار اسی پر ہی۔ اسی کے ذریعے سے دین و دنیا کے کام حسب دلخواہ
انجام پاتے ہیں۔ ہر کام کرنے کو طبیعت چاہتی ہی۔ جسمانی طاقت سے ہمت و
حوصلہ بڑہتا ہی۔ دلیری کی خصلت پیدا ہوتی ہی۔ دشمن کی دست اندازی سے
محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اپنی عزت اور آبرو مال و جان کی حفاظت اڑے وقت پر
اسی سے ہو سکتی ہی۔ اندہیرے اُجالے میں جنگل و میدان میں کبھی خوف نہیں
معلوم ہوتا ہی کیسی ہی بلا۔ کیسا ہی خطرہ پیش آئے خائف نہیں ہوتا بلکہ مقابلہ پر
آمادہ ہو جاتا ہی۔ یہ ورزش ہی کا طفیل ہی کہ رستم پہلوان نے دیوان کوہ پیکر کو
مار کر کیکاؤس بادشاہ کو قید سے چھڑایا۔ اور افراسیاب وغیرہ بادشاہانِ
توران پر فتحیابی حاصل کی۔ اُس کے بل سے سب تھراتے تھے۔ پہلے زمانہ میں
جسمانی طاقت ہی بڑا جوہر تھا۔ چنانچہ جب راجہ جنک نے عہد کیا کہ جو کوئی کڑی
کمان (دھنش) کو کھینچیگا۔ اُس کے ساتھ اپنی قرۃ العین سیتا کی شادی
کروں گا۔ رامچندر جی نے اپنی زبردست قوت سے اُس کے دو ٹکڑے کر کے
سیتا کے شوہر ہونے کا فخر حاصل کیا۔

ورزش نہ کرنے سے طاقت دن بدن گھٹتی جاتی ہی۔ جسم بادی سے پھولجاتا ہی۔ گوشت ہلنے لگتا ہی۔ پیٹ بڑہ جاتا ہی۔ چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے میں بہت ہی تکلیف ہوتی ہی اور ہر کام میں محنت کرنا بار معلوم ہوتا ہی۔ جسم سُست دماغ پریشان۔ چہرہ بے رونق رہتا ہی۔ عمر بھر زندگی تکلیف میں بسر ہوتی ہی۔ پس تمکو مناسب ہی کہ ورزش کی طرف متوجہ ہو۔ اور صبح و شام تازی ہوا میں ورزش کیا کرو۔ تاکہ ابتدا ہی سے اعضا مضبوط ہوتے جاویں اور تندرستی برقرار رہے کبھی کسی کام میں محنت و مشقت بار نہ معلوم ہو ؎

تندرستی ہزار نعمت ہی
واجب انسان کو شکر صحت ہی

ورزش نہایت ہی مفید ہی۔ ورزش سے بدن سڈول رہتا ہی۔ قوت دماغ کو تراوٹ رہتی ہی۔ غرض کہ ورزش کو علما نے بڑی ترجیح دی ہی۔

(۵۰) امانت و دیانت کا بیان

دوست باصفا سلامت۔ امانت کے معنی کسی چیز حفاظت میں رکھنا دھرنا ہی اور دیانت کے لغوی معنی دینداری اور راستی کے ہیں۔ اگر اصطلاح میں دیانت کسی غیر کی چیز کو ناجائز طور پر حاصل نہ کرنے سے مراد ہی تو امانت و دیانت صرف روپیوں یا چیزوں ہی میں نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ اقوال و افعال میں بھی اسکی ضرورت ہی کہ جتنی بات سُنی یا دریافت کی پوچھنے والے کے روبرو اُتنی ہی بیان کردی یا جو پیغام کسی نے زبانی کہلا بھیجا وہ بے کم و کاست اتنا ہی جاکر بیان کردیا۔

یہ امانت قولی ہے۔ اور امانت فعلی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جو چیزیں انسان
کو دی ہیں وہ اُس کی امانت ہیں۔ انسان کا نہایت ضروری فرض یہ ہے کہ خدا
کی امانت میں خیانت نہ کرے۔ مثلاً آنکھیں۔ کان۔ ناک۔ اور ہاتھ پاؤں۔
خدا کی امانت ہیں۔ ان اعضا سے خدا کی عبادت کرے۔ مخلوق کو نفع پہنچائے
اگر اس کے خلاف کریگا تو خدا کی امانت میں خیانت کریگا۔ پس جو فرائض آپکے
ذمہ بطور امانت ہیں اُن کی ادائیگی ضرور فرمائیے گا۔ فقط

تمام شد